گداگری کے اسباب، اثرات اور سد باب

(سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

فروہ بھٹہ

ایم۔فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:MP-IS-S18/304

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

جون 2021ء

گداگری کے اسباب، اثرات اور سدباب
(سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے

مقالہ نگار

فروہ بھٹہ

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:MP-IS-S18/304

نگران مقالہ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ نمل اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2018-2021ء

©(فروہ بھٹہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **گداگری کے اسباب، اثرات اور سدباب**

(سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Translation of Title in English & Roman:
Begging: Causes Effects and Prevention
(Analytical Study in the Light of Seerat -e- Tayyaba and Law Of Pakistan)
Gada Gari Kay Asbab, Asrat Aour Sad E Bab (Seerat-E-Tayyaba Aour Qanoon E Pakistan Ki Roshni Main Tajziati Mutala)

نام ڈگری: **ایم فل علوم اسلامیہ**

نام مقالہ نگار: **فروہ بھٹہ**

رجسٹریشن نمبر: MP-IS-S18/304

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری
(نگران مقالہ) ______________________ دستخط نگران مقالہ کے

ڈاکٹر نور حیات خان
(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ) ______________________ دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان
(پروریکٹر اکیڈمکس) ______________________ دستخط پروریکٹر اکیڈمکس

تاریخ: ______________________

حلف نامہ

(Candidate declaration form)

میں فروہ بھٹہ ولد افتخار احمد بھٹہ

رول نمبر: MP-IS-S18/304 رجسٹریشن نمبر:MP-IS-S18/304

طالبہ، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **گداگری: اسباب، اثرات اور سدباب (سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)**

Begging: Causes Effects and Prevention
(Analytical Study in the Light of Seerat -e- Tayyaba and Law Of Pakistan)
Gada Gari Kay Asbab, Asrat Aour Sad E Bab (Seerat-E-Tayyaba Aour Qanoon E Pakistan Ki Roshni Main Tajziati Mutala)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتی ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لئے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: فروہ بھٹہ

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ABSTRACT

Begging: Causes Effects and Prevention
(Analytical Study in the Light of Seerat -e- Tayyaba and Law Of Pakistan)

Begging or panhandling is pervasive throughout Pakistan and is usually solicited by groups of men, women and children who undertake it as a profession. There is a strong religious as well as socio-political network which supports, protects, and facilitates the life of street beggars, and hence provides legitimacy to beggary as a profession. Islam, on the other hand, commands and encourages the mankind to make effort and earn one’s own living and forbids and disapproves begging and laziness. It sees professional begging as an act which impairs human honor and dignity, ruins personality and leads to the exploitation of philanthropic feelings among the benevolent in the society. It also emphasizes on devising a well-balanced society where everyone gets their due share. Those who are affluent are directed to take care of those in need through the religious obligation of Zakat – an important act of worship and self-purification – while the government is supposed to establish an effective system for the distribution of Zakat to the needy without impairing human honor and dignity. However, in the face of weak governance, lack of policy implementation and poor governmental check and balance about working on the street, begging culture is thriving in Pakistan, especially in urban areas.

Against this background, this in-depth study initially investigates the relationship between Islam and begging while examining the principles, procedures and modalities supported and authenticated by Holy Prophet ﷺ on how to respectfully earn a living. The later part of the study is dedicated to analyzing the governmental policies vis-à-vis organized beggary, existing anti-beggary laws in Pakistan and their implementation. The research, after identifying the challenges, failings and inadequacies, draws out proposals for reframing the policies and restructuring the anti-beggary laws for effective reduction of the national problem of beggary.

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
iv	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	1.
v	حلف نامہ(Declaration)	2.
vi	ملخص(Abstract)	3.
vii	فہرست عنوانات (Table of Contents)	4.
ix	اظہار تشکر(ACKNOWLEDGEMENTS)	5.
x	انتساب(Dedication)	6.
xi	مقدمہ	7.
1	**باب اوّل: گداگری کا تعارف، اقسام اور اس کی صورتیں**	8.
2	**فصل اوّل: گداگری کا تعارف**	9.
9	**فصل دوم: گداگری کی اقسام**	10.
17	**فصل سوم: گداگری کی صورتیں**	11.
25	**باب دوم: گداگری کے اسباب و اثرات اور سوال کرنے کا دائرہ کار**	12.
26	**فصل اوّل: گداگری کے اسباب**	13.
36	**فصل دوم: گداگری کے اثرات**	14.
41	**فصل سوم: سوال کرنے کا دائرہ کار**	15.
51	**باب سوم: سیرت طیبہ کی روشنی میں گداگری کا سدباب**	16.
52	**فصل اوّل: کسب حلال کی ترغیب**	17.
57	**فصل دوم: کفالت عامہ**	18.
75	**فصل سوم: گداگری کا سدباب اور تعلیمات نبوی**	19.
84	**باب چہارم: پاکستان میں گداگری کے خاتمے کی کوششوں کا جائزہ**	20.
85	**فصل اوّل: قانونی اقدامات**	21.
102	**فصل دوم: انتظامی اقدامات**	22.

108	**فصل سوم: گداگری کے خاتمے کے لیے متبادل ذرائع اور عملی اقدامات**	.23
123	نتائج	.24
124	سفارشات	.25
125	فہارس	.26
126	فہرست قرآنی آیات	.27
127	فہرست احادیث	.28
128	فہرست شخصیات	.29
131	فہرست اماکن وبلاد	.30
133	فہرست اصطلاحات	.31
134	فہرست مصادر ومراجع	.32

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا بے حد شکر ادا کرتی ہوں جس کی خاص مدد اور توفیق سے میرے لیے یہ تحقیقی مراحل آسان ہوئے۔

اس کے بعد میں اپنے والدین اور خاص طور پر اپنے والد صاحب کی بے حد ممنون ہوں جن کی دی ہوئی رہنمائی، تربیت اور دعاؤں کی بدولت اعلیٰ تعلیم کے حصول کا شوق ہوا اور تحقیق کی راہوں پر چلنے کی توفیق ملی۔ میں بالخصوص محترم ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری کی شکر گزار ہوں جن کی سرپرستی اور سایہ رہنمائی ہمہ وقت میرے ساتھ تھی۔ آپ نے بہترین انداز میں اور بروقت راہنمائی فراہم کی یہ انکا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھے تحقیق کے راستوں سے متعارف کروایا۔

میں تمام قابل قدر اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں ان ہی کی رہنمائی تھی کی میں اپنے اندر چھپی محققہ کو تلاش کر سکی۔

اس کے علاوہ میں یونیورسٹی انتظامیہ، لائبریریوں کے عملے اور تمام ان افراد کی شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے یہ مرحلہ تحقیق آسان ہوا۔

آخر میں، میں اپنے شوہر اور تمام فیملی ممبرز کی شکر گزار ہوں جن کی دعاؤں اور مدد سے میرے تعلیمی مشاغل کی راہ کی ممکنہ رکاوٹیں دور ہوئیں اللہ ان تمام افراد کو ان تمام امور کا بہترین اجر عطا فرمائیں۔

(آمین)

فروہ بھٹہ

انتساب

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو ہادی برحق حضرت محمد ﷺ کے نام منسوب کرتی ہوں جن کی سیرت کا مطالعہ میری دین سے وابستگی کی بنیادی وجہ ہے۔

مقدمہ

موضوع کا تعارف

گداگری یعنی بھیک مانگنا ایک لعنت ہے اس کے آغاز کے بارے میں کچھ بھی حتمی طور پر کہنا ناممکن ہے کیونکہ یہ ایک ایسا عنوان ہے جس کی تاریخ اور حدود اربعہ مرتب نہیں کیا جاسکتا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گداگر تقریباً دنیا کے ہر حصے میں موجود ہیں اور آج گداگری باقاعدہ ایک پیشے کے صورت اختیار کر گیا ہے اور اس پیشے میں ملوث لوگ بہت سے دیگر جرائم کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قبیح فعل کی نہ صرف مذمت کی جائے بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا سدباب بھی کیا جائے۔ قرآن مجید کی آیت "لا یسئلون الناس الحافا" کی تفسیر اور "مسکین" و "فقیر" کے فرق کو بہت سے متقدمین مفسرین نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے مگر باقائدہ کتابی شکل میں بھیک مانگنے کے تدارک کا اہتمام نہیں ہوا۔ متآخرین مفسرین نے سوال کے جواز اور عدم جواز سے متعلق اور فقیر و مسکین کے فرق کو بیان کیا ہے اور حقیقی اور عادی گداگر کی پہچان بھی بتائی ہے۔

بیان مسئلہ

گداگری ایک باقائدہ پیشے کی صورت اختیار کر گیا ہے اور اس پیشے سے منسلک لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں گداگری کے بڑھتے ہوئے رجحان کے اسباب غربت، مہنگائی، ناخواندگی، بے روزگاری، بھوک اور افلاس کے ساتھ ساتھ محنت و مشقت سے جی چرانا ہے اور انہی وجوہات کی بناپر آج بھکاریوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور وہ انسان کو عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات مسلمانوں سمیت تمام انسانوں کو سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی غرض زندگی کے ہر میدان میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس لیئے ضرورت اس امر کی ہے کہ گداگری کے بڑھتے ہوئے رجحان کا تحقیقی جائزہ لیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے بارے میں اسلامی تعلیمات خصوصاً سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا جائے اور اس کے لیے سدباب پیش کیا جائے۔

سابقہ تحقیقی کام

گداگری کے سدباب کے موضوع پر پہلے بھی تحقیقی کام کیا جا چکا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

i. "انسداد گداگری اسلامی نظام کفالت عامہ کی روشنی میں" (مقالہ ایم-فل) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد 2005ء

مقالہ ہذا میں مقالہ نگار نے اسلامی نظام کفالت عامہ کے ذریعے گداگری کے خاتمے کی سفارشات پیش کی ہیں۔ اور نظام زکوۃ وصدقات کے صحیح نفاذ پر بھی بہت زور دیا ہے۔

ii. سلطان احمد وجودی نے بٹالہ، پنجاب (ہندوستان) میں 1929ء میں "انسداد گداگری" کے نام سے چالس صفحات کا کتابچہ تحریر کیا۔

سلطان احمد وجودی نے اپنے تحریر کردہ کتابچہ میں بھیک منگتوں کی اقسام وافعال کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ گداگر کس طرح روپ بدل کر اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتے ہیں۔ اور گداگری کے فروغ کا باعث بنتے ہیں۔

iii. وزارت صحت، خصوصی تعلیم و سماجی بہبود حکومت پاکستان نے 1987ء میں "انسداد گداگری کے لئے مؤثر حکمت عملی" کے عنوان سے مقابلہ مضمون نویسی کا اہتمام کیا جسے بعد میں کتابچہ کی شکل دی گئی۔

وزات صحت کی طرف سے منعقدہ اس مقابلہ مضمون نویسی میں شرکاء نے "انسداد گداگری کے لئے مؤثر حکمت عملی" کے تناظر میں مضامین تحریر کئے۔ جن میں گداگری کے سدباب کے لئے بہت اہم تجاویز سامنے آئیں۔

iv. نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر، حکومت پاکستان نے اگست 1999ء میں 27 صفحات پر مشتمل سروے رپورٹ "Beggary in Rawalpindi-Islamabad" شائع کی۔

"نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر" کی اس رپورٹ میں گداگری کے اسباب واثرات کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جڑواں شہروں میں گداگروں کے اعداد و شمار کا بھی بتایا گیا ہے۔

موضوع کی اہمیت

گداگری ایک بہت ہی قبیح فعل ہے اور یہ ملکی سالمیت کے لئے بڑا خطرہ ہے۔ملک میں گداگروں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے ملکی معیشت پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ گداگروں کے اس پیشے سے منسلک ہونے کے اسباب و اثرات کا بغور مطالعہ کیا جائے اور سیرت رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مدد سے اسکا سدباب ممکن کیا جائے۔علاوہ ازیں ان گداگروں کو فعال انسان بنانے کے لئے حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔تا کہ یہ لوگ بھی ملکی معیشت کو مستحکم بنانے میں معاون ثابت ہوں۔اور ملکی قوانین کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

تحدید

تحقیقی مقالہ ہذا "گداگری کے اسباب، اثرات اور سدباب (سیرت طیبہ اور قانون پاکستان کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)" میں سیرت طیبہ کی تعلیمات اور حکومتی اقدامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس معاشرتی برائی کے خاتمے کے لیے حل پیش کیا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق

- گداگری کے پھیلاؤ کے اسباب کو جاننا
- گداگری کے پھیلاؤ کی وجہ سے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کو معلوم کرنا۔
- گداگری کے سدباب کے لیے آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حکمت عملی اور لائحہ عمل کی تطبیقی مثالوں کا جائزہ لینا۔
- گداگری کے سدباب کے لیے مجوزہ قوانین کا جائزہ لینا۔

تحقیقی سوالات

موضوع تحقیق کے درج ذیل سوالات ہیں:

- معاشرے میں گداگری کیوں اور کیسے پھیلتی ہے؟

- گداگری کے پھیلاؤ سے معاشرے پر کس نوعیت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

- سیرت طیبہ کی روشنی میں اس معاشرتی مسئلہ کا حل کس طرح ممکن ہے؟

- ملکی قوانین گداگری کے سدباب کے لیے کیسے مؤثر ثابت ہوسکتے ہیں؟

اسلوب تحقیق

مقالہ ہذا میں تجزیاتی اسلوب تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

ذرائع تحقیق

- موضوع سے متعلق اساسی مصادر اور بقدر ضرورت ثانوی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- قرآنی آیات کی تفسیر کے لیے مستند تفاسیر جیسا کہ تفسیر ابن کثیر اور تفہیم القرآن سے رجوع کیا گیا ہے۔
- احادیث کے لیے مستند کتب جیسا کہ صحیحین سے رجوع کیا گیا ہے۔
- سیرت النبی سے متعلق مستند کتب جیسا کہ سیرت ابن ھشام اور سیرت النبی سے بھی رجوع کیا گیا ہے۔
- ملکی قانون کی دستاویز "امتناع بھیک ایکٹ 2020ء" کو بھی شامل کیا گیا ہے۔
- پاکستان کے اہم ترین اخبارات جن میں (نوائے وقت، جنگ) شامل ہیں، مواد لیا گیا ہے۔

باب اوّل: گداگری کا تعارف، اقسام اور اس کی صورتیں

فصل اوّل: گداگری کا تعارف

فصل دوم: گداگری کی اقسام

فصل سوم: گداگری کی صورتیں

فصل اول:

گداگری کا تعارف

گداگر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے مستفید ہونے کے بجائے لوگوں سے آس لگاتا ہے اور خود اپنی عزت نفس کا قاتل بن جاتا ہے۔وہ تن آسان ہو جاتا ہے اور پھروہ اور اسکی آئندہ نسلیں گداگری کے فروغ کا باعث بنتی ہیں۔وہ ملکی معیشت پر ایک بوجھ کی مانند ہوتے ہیں،اور پھر جیسے جیسے انکی آبادی میں اضافہ ہوتا ہے ملکی معیشت کی بربادی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔یہ قبیح فعل ایک پیشے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

گداگری کا لغوی مفہوم:

عربی زبان میں گداگری کے لئے التسول اور گداگر کے لئے سائل کے الفاظ مستعمل ہیں۔[1]

اردو میں گداگری کو بھیک مانگنا کہتے ہیں۔"[2]

انگریزی میں گداگری کے لئے (Begging) اور گداگر کو (Beggar) کہتے ہیں۔[3]

"گداگری" فارسی زبان کے مصدر "گدائی کردن" سے اسم مؤنث کا صیغہ ہے۔اسکا مذکر "گداگر" اور "گدا" عموماً استعمال ہوتا ہے۔

"گدا۔ص(گ)"نادار و بینوا وکسی کہ وجہ معاش خود را بر از دیگران طلب کند"[4]

گدا کو "بلوچی" میں "پنڈوک"،بنگلہ میں "پھوکیر" پشتو میں "خیرمار" پنجابی میں "گدا" (منگتا) سندھی میں "گدا" کشمیری میں "فقیری" کہا جاتا ہے۔"[5]

1۔ القاموس الجدید، مولانا وحید الزماں قاسمی، کیرانوی، ناشر، ادارہ اسلامیات، پبلیشر لاہور، ص:305

2۔ فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، الفیصل ناشران، ج:2، ص:257

3. The Oxford English to Urdu dictionary volume IV, 2017, P:99

4۔ "ہفت زبانی لغت" (مرتبین: اشفاق احمد، محمد اکرم چغتائی، فضل قادر فضلی)، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، باراول 1947ء، ص:487

5۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مولوی محبوب عالم، ناشر: الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، ج: دوم، ص:377

بھکاری انسانی تاریخ کی ابتداء ہی سے موجود تھے۔ گداگری کی عام تعریف کے مطابق "اپنی غربت، بے بسی، لاچاری کو ظاہر کر کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر، اور انسانیت کا واسطہ دے کر بھیک مانگنا ہے۔

گداگری کی اصطلاحی تعریف:

گداگر کو فقیر، منگتا، سائل، منگت کے معنی میں لیا جاتا ہے۔(1)

"Begging can be described as asking for food or money because you are poor, making a very strong and urgent request."(2)11

گداگری کا تاریخی پس منظر:

بھیک مانگنا دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف شکلوں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ تاریخ میں اسکے مختلف ادوار کا تذکرہ ملتا ہے۔

یونانی دور اور گداگری:

قدیم یونانی، بھکاریوں کو دو درجوں میں تقسیم کرتے تھے۔ 1۔فعال غریب 2۔ غیر فعال غریب

ان کے نزدیک فعال غریب سے مراد ایسا غریب ہے جو محنت مزدوری کر کے اپنے اوقات کا گزر بسر کرتا ہے۔ جبکہ غیر فعال غریب وہ ہے جو کہ عادتاًیا پھر کسی جسمانی یا ذہنی معذوری کی بنا پر کام نہیں کرتے۔ وہ لوگ معاشرے کی ترقی میں کوئی کردار ادا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اُلٹا معاشرے پر ایک بوجھ ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ غیر فعال غریب ہیں۔ فعال غریبوں کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ روزگار کے کم مواقع حاصل ہونے کے باوجود یہ لوگ اپنی سی کوشش کر کے اپنا گزر بسر کرتے ہیں۔

"قدیم یونانی بھکاریوں کو فعال اور غیر فعال غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں فعال غریب اونچا سماجی مقام رکھتے ہیں"۔(3)

1۔ حاجی پردل خٹک "پشتو اردو لغت"، (مرکزی اردو بورڈ لاہور، باراول: جون 1973ء، ج:2، ص:1745

2.Cambridge Advanced Learners Dictionary, Colin McIntosh, Cambridge University Press, 4th edition, April 2013, p: 110

3. TheByzantines,GuglielmoCavallo University of Chicago,1997,PP:15-25.

1۔یونانی دور میں غیر فعال غریبوں کو معاشرے کا ایک پسا ہوا طبقہ تصور کیا جاتا ہے۔کیوں کہ (عہد نامہ جدید) کے مطابق ان کے پاس روزگار کے زیادہ مواقع حاصل ہوتے ہیں۔جبکہ فعال غریبوں کو ایک مسیحا کے طور پر خیال کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ نہ صرف خود محنت مزدوری کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں بلکہ معاشرے کی ترقی میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

"عیسوی بائیبل کا دوسرا حصہ (عہد نامہ جدید) مختلف جگہوں پر غیر فعال غریبوں کیلئے ایک مسیحا کے طور پر بیان کرتا ہے۔اور انہیں معاشرے کا سب سے پیسا ہو طبقہ خیال کرتا ہے"۔[1]

یونانی دور اور گداگری:

اٹھارویں صدی میں برطانیہ کے شہری اور گاؤں کے علاقوں میں غربت ایک بہت ہی بڑا مسئلہ تھی۔بلوگنا میں آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ بھکاری تھے۔میز میں یہ تعداد 30٪ فیصد تک تھی۔"فرانس اور برطانیہ میں اٹھارویں صدی کے اختتام پر آبادی کا تقریباً دسواں حصہ خیرات یا مانگنے کے کھانوں پر انحصار کرتا تھا"۔[2]

رومن ایمپائر اور گداگری کا تصور:

رومی سلطنت میں غربت کا کیا عالم تھا؟اس سوال کے جواب سے تاریخ کا طالب علم بخوبی واقف ہے۔تاریخی کتب بتاتی ہیں کہ رومی سلطنت میں بھیک مانگنے کا رواج بہت مختلف اور محدود تھا۔اس دور میں اس کا تصور آج کے دور سے بہت مختلف تھا۔اس وقت رومن ایمپائر کے فیصلوں کے مطابق بہت سے فقیر شہروں سے باہر ہی دیکھے جاسکتے تھے اور وہ بھی مختلف احوال کا شکار تھے۔

1۔وہ جو حقیقتاً معزور یا اپاہج ہوتے۔

2۔جو ایمپائر کے غصے کا شکار ہوتے۔

3۔ایسے سزا یافتہ ہوتے جن کا داخلہ شہر میں ممنوع ہو۔

ایسے تمام افراد کا شہر میں چوں کہ داخلہ ممنوع ہے اور ان کو شہر سے باہر روزگار اور گزر بسر کے مواقع حاصل نہیں۔چنانچہ وہ شہر سے باہر داخلی راستوں پر بھیک مانگ کر ہی اپنا گزر بسر کرتے تھے۔شہر کی حدود میں صرف دو طرح کے ہی لوگ گداگری کرتے تھے۔

1۔وہ افراد جو بڑھاپے کی حدود میں داخل ہوجاتے اور ان کی گزر بسر کا خیال کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔

---

1 - (www.biblesstudytools.com/lexicons/gree/nas)

2 - Western civilization: since 1500, Jackson J.S pielvogel, wads world publishers, Princeton, 7th Edition, January 2008, pp:511

2۔ ایسی بیویاں یا یتیم بچے جن کی کفالت والا کوئی نہیں ہوتا۔

یہ لوگ اپنی گزر بسر کیلئے شہر میں بھیک مانگتے تاہم ان لوگوں کے بھی بھیک مانگنے کے ذرائع محدود ہوتے۔

1۔ امیروں کے محلے

2۔ چوک یا بازار

تیسرا اور آخری طریقہ بادشاہ سے سالانہ وظیفہ جاری کروانے کا تھا مگر پھر اس میں چاہے گزارا ہو یا نا ہو۔ وہ کسی اور کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ بات بادشاہ کی توہین کے مترادف تھی۔ رومی دور میں خصوصاً ایسے بہت سے اقدامات کیے گئے تھے جن کے نتیجے میں متوسط طبقے کو شدید نقصان پہنچا حتیٰ کے بعض دیہی علاقوں سے متوسط طبقے کا وجود ہی مٹ گیا۔[1]

زمانہ قبل از مسیح اور آنے والے دور میں گداگری:

عیسائی مورخین کا دعویٰ ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ عیسایت کی تعلیمات لے کر آئے اس وقت یروشلم کی عوام بھیک کے لفظ سے بھی ناآشنا تھی اس کیلئے وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نہ تو قانون موسوی (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنائے گئے بیت المقدس کے قوانین) میں فقیر کا لفظ شامل تھا اور نہ ہی توریت میں فقیر کا لفظ شامل ہے اس بات پر اتفاق بھی نہیں کہ توریت میں بھیک مانگنے کا تصور موجود نہیں۔ بلکہ اس کی جانب خفیف اشارہ "روٹی کا سوال کرنا" کے الفاظ سے ملتا ہے۔

حتی کہ قانون موسوی کے مطابق اگر کوئی قرض کے بوجھ تلے دب جائے کہ وہ اپنا آپ اپنے بھائی کو بیچ دے تو بھی اسکے بھائی کو یہ اختیار ہرگز نہیں کہ وہ اسے اپنا غلام بنالے۔

یہودیت کے بعد میں آنے والے ادوار میں انکے عقائد میں کافی تبدیلی آگئی اسکی ایک مثال یہ ہے کہ پہلی صدی قبل مسیح میں یہودیت پر لکھی گئی ایک کتاب وزڈم آف سلومون میں یہ لکھا گیا ہے کہ سلومون کی دعا میں جنت کی رہائش گاہیں گراگری کی آمدنی سے تعمیر کئے جانے کا اشارہ موجود ہے۔[2]

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ لوگ قبل از مسیح کے دور میں بیت المقدس کے دروازوں پر فقیر بن کر بیٹھا کرتے تھے اور آنے والوں سے سوال کرتے تھے اور اسکے علاوہ امیروں کے دروازوں پر بھی ایسے ضرورت مند آیا کرتے

1 ۔ اردو پوائنٹ لاہور، مقالہ: گداگری اور بھکاریوں کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ذبیح اللہ بلگن، تاریخ اشاعت: 2015-09-29

2 ۔ بک آف دی وزڈم آف سلومون، الیگزنڈرین جیونیشنل کونسل آف چرچز ان امریکا، 26 ق م، حصہ اول، ص: 7،8

تھے۔ اسکے علاوہ لوگوں کو یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ سائل نہ ہونے پر بھی مانگنے سے باز رہیں اور مزید کہا گیا کہ بھکاریوں کی زندگی مت گزارنا بلکہ بھیک مانگنے سے مر جانا بہتر ہے۔ (1)

گیارہویں صدی میں ایک یہودی ربی سلمان بن ادریس سے پوچھا گیا کہ فقیروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو معاشرے سے کسطرح کم کیا جائے اس پر اس نے کہا:

> "غریبوں کی اگرچہ سرکاری خزانے سے مدد کی جائے تاہم اسکے باوجود بھی اگر وہ گھر گھر جا کر دستک دیں اور مانگنا چاہیں تو انہیں نہ روکا جائے بلکہ ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق انہیں دیے تاکہ آنے والی صدی میں بھیک کا رواج ختم ہو سکے۔ اس کے علاوہ ان معاشروں نے کچھ ایسے قوانین نہ صرف بنائے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوئے کہ جنکی بدولت وہاں بھیک کا رواج تقریبا ختم ہو گیا۔ ان میں قابل ذکر شہر کراکا، لندن، پرتگال، اور سپین کے کچھ حصے ہیں۔ (2)

خطہ عرب اور گداگری کا آغاز:

قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں عرب معاشرہ مؤرخین کے مطابق دو انتہاؤں میں تقسیم تھا۔ ایک طرف تو امیر لوگ تھے مگر دوسری طرف انتہائی غریب بدو جن کے لیے زندگی گزارنا دوبھر تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد یہ تفریق اسلامی تعلیمات کے اعجاز سے تقریبا ختم ہونے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ تاہم جیسے جیسے اسلام پھیلنے لگا اس معاشی تفریق نے پھر سے جڑ پکڑلی اسوقت ان عرب بدوؤں کی تعداد میں ایک بار پھر اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ جو اپنی زندگی کی گزر بسر کے لئے دوسروں کی جانب سے ملنے والی امداد کے محتاج تھے۔ در حقیقت عرب معاشرے میں گداگری کے فروغ کی اوّلین وجہ معاشی صورت حال ہی تھی۔

اسکی ایک اور وجہ اسلام میں جوں جوں تصوّف نے زور پکڑا گداگری کا ایک نیا طریقہ متعارف ہوا۔ یہ بالکل ویسا ہی تھا۔ یہ بلکل ویسا ہی تھا جیسا کہ تصور ہندوں، بدھ مت کے پیروکاروں سے ہوتا ہو، اور اب عیسائیوں میں بھی سرایت کر چکا ہو۔ یعنی مذہب کے نام پر گداگری اس صورتِ حال کو صوفیاء نے "اللہ پر توکل" کے نام سے متعارف کروایا مسلمان صوفیاء نے گداگری کو نہایت منظم طریقے سے متعارف کروایا اور فروغ دیا یہ دراصل وہ ڈھال تھی جسکی آڑ میں مسلمانوں

---

1 ۔ سکندریہ بک آف سراچ، شمعون بن سراچ، سالم کمیونیکیشن کارپوریشن، 2014ء، 18:33، 40:28

2 ۔ بک دی پریذنٹ آف دی جیوز، لینی لوٹ ایڈیسن، ناشر: ولیم کروک لندن، 1677ء، ص: 212

میں گداگری کو اور فروغ ملا کیونکہ ان وجوہات کے ذریعہ وہ اپنے نفس کو بھی مطمئن کر لیتے تھے۔ اور انہیں رزق کے حصول کے لئے محنت بھی نہیں کرنی پڑتی تھی۔ جو عموماً رزق حلال کمانے والوں کو کرنا پڑتی ہے"[1]

اس حوالے سے کتاب بھی تحریر کی گئی ہے۔ جسکا نام "کتاب موکدین" ہے۔

اسدی طوسی کے مطابق لفظ "فیلاور" فارسی کے لفظ پلاور سے نکلا ہے جسکا مطلب ہے ایسا پھیری والا جو ادویات فروخت کرتا ہے۔ "کاگانی" فارسی کے لفظ "کاگ" سے نکلا ہے اسکے معنی ہیں وہ شخص جو کسی معذوری کی وجہ سے مسخ شدہ جسم کا مالک ہو۔[2]

دیگر مذاہب اور گداگری:

بہت سے دیگر مذاہب نے بھی صرف مانگنے کو معاشرے کے بہت سے طبقات کے لیے گزر اوقات کا قابل قبول طریقہ قرار دیا ہے۔ ان میں صوفی اسلام کے علاوہ ہندو مذہب اور جین مت قابل ذکر ہیں۔ ان مذاہب میں بھیک مانگنے کو قابل قبول ذریعہ اس لئے قرار دیا تاکہ افراد کی توجہ صرف روحانی تربیت پر مرقوم رہے۔ بدھ مت مذہبی مرد و خواتین، صرف مانگ کر ہی گزر اوقات کرتے ہیں۔ جیسا کہ گوتم بدھ نے خود کیا تھا۔ اسکی کی بہت سی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام آدمی خوداک ادویات اور دوسری بنیادی جیزیں مذہنی لوگوں کو دیکر مذہبی ترقی حاصل کر سکتا ہے اسی وجہ سے موجودہ تھائی لینڈ، کمبوڈیا، ویت نام اور دیگر بدھ ملکوں کے دیہات اور شہروں میں بدھ راہبوں کو خوراک کے لئے کبھی ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان ممالک میں بہت سے عام لوگوں کو راہبوں کی طرف اشیائے عام لیکر جاتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے انکے برعکس مشرقی ایشیاء میں بدھ، راہب اور راہباوں سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ کھیتی باڑی یا کام کاج کے ذریعے اپنی خوراک کا انتظام خود کریں۔[3]

گداگری اور موجودہ پاکستان:

وطنِ عزیز میں آج تک جن شعبوں میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے ان میں سے ایک (گداگری کی صنعت) بھی ہے۔ اور بدقسمتی سے اب ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ پورا ملک ہی گداگروں کے رحم و کرم پر ہے۔ آپ اپنے گھر پر ہوں، راستے میں ہوں، گاڑی، دفتر، مکان، دوکان، ہسپتال غرض تعلیمی اداروں کے باہر آپ کہیں بھی بھیک مانگنے والوں کی فوج

---

1 ۔ کتاب البخالہ (کنجوسوں کی کتاب، الجاحظ (ابو عثمان عمر بن بحر الکنانی البصیری)، نیدر لینڈ انسٹیٹیوٹ آف آرکیالوجی، نیدر لینڈ، 1500ء، ص:49-8

2 - Tha media Islamic understanding, The Banu sason in Arabic society and literature, Clifford Edmund Bosworth,E.J Brill publishers,Leiden,1976,pp:3-28

3 - Chaina,s Tibet magazine, Degyi, The Journal office of Chaina,s Tibet,2007,pp:7-33.

سے محفوظ نہیں ہیں۔ ان میں بیماری کا بہانہ بنا کر مانگنے والے، خود ساختہ معذور مسجد کے لئے چندے مانگنے والے، غریبوں کیلئے مانگنے والے اور جیب کتروں کی کہانیاں سنا کر پیشہ ور بھکاری شامل ہیں درحقیت ہمارے وطنِ عزیز میں بھکاری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری حکومت بھی ہر چند ماہ گزرنے کے بعد عالمی مالیاتی اداروں کے آگے کشکول لے کر منگتی نظر آتی ہے۔[1]

---

1 ۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی، مقالہ: گداگر، وقار خان، تاریخ اشاعت 2015-02-12

فصل دوم:

گداگری کی اقسام

گداگری معاشرے میں بہت زیادہ پھیلتا ہوا مسئلہ ہے۔ آجکل یہ مسئلہ خصوصاً پاکستان میں بہت عروج پر ہے۔ گداگری پست عقلی معیار کا نام ہے۔ پست عقلی معیار کو زبان عام میں "جہالت" کہا جاتا ہے۔ اور جہالت ام مصائب و مسائل ہے۔ اس میں مبتلاء انسان اخلاقی اقدار سے گر جاتا ہے۔ وہ صحیح اور غلط کی تمیز بھول جاتا ہے۔ اس کی غیرت نفسی کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ حلال و حرام کی تمیز بھی بھول جاتا ہے۔ یہ جہالت ہڈ دھرمی اور تن آسانی کو جنم دیتی ہے۔ اسکے نتیجے میں "گداگروں" کی زیادہ تعداد جنم لیتی ہے اور پھر اسکی صرف ایک قسم ہاتھ پھیلانے والی ہی نہیں بلکہ بے شمار اقسام ہیں۔ اختصار سے ان کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ انفرادی گداگری

2۔ اجتمائی گداگری

3۔ ریاستی گداگری

1۔ انفرادی گداگری

ایک اکیلے شخص کا بھیک مانگنا گداگری کا سب سے پرانا طریقہ ہے۔ اس میں ایک اکیلا شخص یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ ایک پیشہ ور گداگر، وقتی گداگر، معذور لاچار گداگر کی صف میں شامل انسان ہو سکتا ہے۔ اسکی ایک سادہ مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک گھر میں بھیک مانگنے گیا کچھ دیر کے بعد ایک خاتون بھی اسی گھر میں بھیک مانگنے کے لیے آجائے۔ عین ممکن ہے کہ یہ شخص اور خاتون ایک ہی گھر کے دو فرد ہوں۔ مگر انفرادی طور پر اپنے اس کام کو سرانجام دیتے ہوں۔ اور اس میں ان کے لیے زیادہ نفع ہو۔ اور اسطرح شائد وہ زیادہ کما سکتے ہوں اور اسی لیے اُن نے اپنے لیے اس قسم یعنی "انفرادی گداگری" کو پسند کیا ہو۔[1]

انفرادی گداگری کی درج ذیل صورتیں قابل ذکر ہیں جو آجکل ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔

i۔ معذور گداگر:

معذور گداگر کو انکے بڑے یعنی سرغنہ کسی ریڑھی یا ویل چیئر پر بیٹھا کر کسی خاص مقام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ شام کو جب انکے سرغنہ ان لوگوں کو واپس اڈے پر لے جاتا ہے تو ان سے وہ اکھٹی کی ہوئی بھیک بھی وصول کرلیتا ہے۔

---

1 ۔ گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ

معذور کو دیکھ کر ویسے ہی انسانیت کو رحم آتا ہے۔ اس وجہ سے لوگ انکی اچھی خاصی امداد کرتے ہیں۔ مگر یہ ساری دولت آخر کار انکے سرغنہ کے حوالے ہو جاتی ہے۔ یہ معذور شخص بعض اوقات مکمل معذور ہوتے ہیں اور کچھ نیم معذور ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی کا ہاتھ یا پاؤں نہیں ہوتا۔ تو ایسے لوگ خود ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنی بے بسی ظاہر کر کے خیرات وصول کرتے ہیں۔[1]

ii۔ پاگل گداگر:

"گداگری" ایک مافیا کے ذریعے، معاشرے میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا ہے۔ اس مافیا میں موجود سرغنہ انتہائی سفاک لوگ ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو اس حد تک ذہنی دباؤ دیتے ہیں کہ وہ اکثر اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھتے ہیں جسکی وجہ سے وہ پاگل یا نیم پاگل بن جاتے ہیں۔ اب یہ مافیا ان لوگوں کا بھی بھرپور فائدہ اٹھاتی ہے۔ اور انکو مختلف مقامات پر پہنچاتی ہے یہ دن بھر لوگوں سے بھیک اکھٹی کرتے ہیں۔ اور رات کو ٹھیکدار ان سے وہ لے لیتے ہیں۔ اسی طرح نیم پاگل شخص کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔[2]

iii۔ زخمی اور جلے ہوئے گداگر:

یہ گداگر بھی اکثر اپنے سرغنہ لوگوں کی سفاکیت کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ انہیں مختلف طریقے سے زخمی کرنے کے بعد مختلف جگہوں پر پہنچا دیتے ہیں۔ تاکہ لوگ انکی حالت زار پر ترس کھا کر انکی امداد کریں۔ ان میں کچھ لوگ کم زخمی بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض تو نقلی زخم بھی رکھتے ہیں۔ یعنی جیلی یا پینٹ وغیرہ لگا کر خود کو زخمی دیکھا کر لوگوں کی ہمدردیاں وصول کرتے ہیں۔ انسانی جسم اگر جل جائے تو وہ خاصا معیوب معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے گداگر اس بات کا بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور اپنے جسم کو جلا کر لوگوں کے سامنے اسطرح پیش کرتے ہیں۔ کہ انکے دل نرم ہو جائیں۔ اور وہ انکی مدد کرنے کے لئے راضی ہو جائیں۔ اسطرح وہ ملنے والی رقم بغیر کسی جسمانی مشقت کے لیتا ہے۔ وہ یہ زخم غیر حقیقی بھی بنا لیتے ہیں۔[3]

1۔ گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ

2۔ گداگری، ام عبد منیب، ایضاً

3۔ گداگری، ام عبد منیب، ایضاً

iv۔ بظاہر اندھے در حقیقت تندرست و توانا گداگر:

گداگروں کی یہ قسم عوام الناس میں بہت مقبول ہے۔ یہ لوگ اکثر نعت / تلاوت یا کوئی عارفانہ کلام پڑھ کر بھی بھیک مانگتے ہیں۔ اور لوگوں کی اچھی خاصی تعداد انکی نقلی اندھے بن کر عوام کو بے وقوف بناتے ہوئے بھیک وصول کرتے ہیں۔ عموماً عوامی مقامات پر مثلاً پارک، سگنلز، ہسپتال وغیرہ ہیں اچھے خاصے تندرست و توانا، لوگ بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ فیصد لوگ حقیقی ضرورت مند بھی ہوں مگر اکثریت پیشہ ور گداگر ہی ہوتے ہیں اور لوگوں کو اپنی مجبوریاں بیان کر کے انکے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں۔ اور بھیک کو معاشرے میں عام کرتے ہیں۔[1]

v۔ نشئی اور جواری گداگر:

نشے کے عادی افراد نشہ آور اشیاء کی عدم دستیابی کی صورت میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اور پھر اپنے نشے کی دستیابی کے لیے ہر حد پار کر دیتا ہے۔ اس کے لیے وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے اور وہ لوگوں سے اسطرح لپٹ چمٹ کر سوال کرتا ہے کہ سادہ لوح افراد اسکو بیمار سمجھ کر اسکی اچھی خاصی امداد کرتے ہیں۔ اسطرح معاشرے میں ایک ساتھ دو ناسور پیدا ہوتے ہیں۔ ایک گداگری اور دوسری نشئی انسان جو کہ نشئی ہونے کی وجہ سے اپنی ہر حد پار کرتا ہے۔ اور معاشرہ برائیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ جواری بھی نشیوں کی طرح ملک میں دہرا ناسور پیدا کرتے ہیں۔ ایک جوئے جیسی بری لت میں پڑے ہوتے ہیں اور جب یہ جوئے میں ہارتے ہیں تو لوگوں سے بھیگ مانگتے ہیں اور لوگوں سے حاصل ہونے والی رقم کو دوبارہ جوئے کی نظر کرتے ہیں۔[2]

vi۔ بردہ فروش گداگر:

گداگروں کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہوتی ہے گداگری کی آڑ میں یہ لوگ معصوم بچوں کو اغوا کرنے والے کسی گروہ کے کارندے ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کو کوئی ٹافی یا کھلونا وغیرہ دیکر اغوا کر لیتے ہیں اور بچوں سے بھیگ منگواتے ہیں یا کسی کو بیچ دیتے ہیں۔[3]

---

1 ۔ گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ

2۔ ایضاً

3 ۔ ایضاً

vii۔ سفید پوش گداگر:

یہ لوگ انتہائی متین حلیہ اپنا کر اکثر عوامی مقامات پر اپنی کٹی ہوئی جیب کا تذکرہ کر کے لوگوں سے اچھی خاصی رقم وصول کر لیتے ہیں اور ان کی ظاہری حالت سے انکے حقیقی حقدار ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ انتہائی سست، نکمے اور کاہل ہوتے ہیں۔ جو بغیر محنت کے حاصل شدہ رقم میں گزر بسر کرتے ہیں۔[1]

viii۔ مسجد / مدرسہ کے نام پر چندہ (بھیک) مانگنے والے / اسلامی کتب بیچنے والے گداگر:

چند افراد سفید لباس پہنے، سر پر ٹوپی سجائے، ہاتھ میں تسبیح لیئے اور اسکے ساتھ ہی ایک بہت پرانی سی رسید بک پکڑے جس پر کسی دور دراز مسجد کا پتہ درج ہو آپکو اکثر نظر آئیں گے۔ اور یہ لوگ بھی عوامی مقامات اور کبھی کبھار گھروں میں بھی آکر چندے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ چندے کے ساتھ ساتھ یہ کھانے پینے یا پہنے اوڑھنے کا سامان بھی طلب کرتے ہیں۔ یہ عموماً گھروں میں اسوقت آتے ہیں جب مرد حضرات موجود نہ ہوں۔ یوں یہ لوگ نہ صرف شعائراللہ کا مذاق بناتے ہیں بلکہ مسجد و مدرسہ جیسی مقدس جگہوں کا نام استعمال کر کے معاشرے میں بھیک جیسے ناسور کو پھیلاتے ہیں۔ اور عوام الناس کم علمی کے باعث ایسے لوگوں کی امداد اپنے لیے باعث اجر و ثواب سمجھتے ہیں۔ گداگروں کی اس قسم کو پہچاننا انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ چھوٹی چھوٹی اسلامی کتب / چاروں کل / سورۃ یٰسین وغیرہ عوام الناس میں بیچنے کی کوشش کرتے ہیں جب لوگ اسکو خریدنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو انکا اگلا قدم دستِ سوال دراز کرنا ہوتا ہے۔ جو یقیناً گداگری ہی کی ایک کڑی ہے۔[2]

xi۔ اجتماعی گداگری:

گداگری ایک سے زائد افراد ملکر سر انجام دیں گے تو اُسے اجتماعی گداگری کہیں گے۔ اجتماعی گداگری کی صورت میں گداگر کو ملنے والی رقم اور اشیاء کو آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں جسطرح انفرادی صورتحال میں گداگر اپنے علاقے میں کسی اور کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ بالکل اسی طرح اجتماعی گداگری میں بھی ایک گروہ دوسرے گروہ کو اپنے علاقے میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض علاقوں کے حصول کے لیے

1۔ گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ

2۔ ایضاً

گداگروں کی باقاعدہ بکنگ ہوتی ہے۔ اور اسکے عوض مخصوص رقم اس علاقے کے ٹھیکدار کو پہنچائی جاتی ہے۔ جسکی منظوری کے بعد ہی وہ علاقہ ان گداگروں کو دیا جاتا ہے۔[1]

2۔ اجتماعی گداگری

اجتماعی گداگروں کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

i۔ کندھوں پر سوار گداگر:

اس قسم میں دو افراد ملکر بھیک مانگتے ہیں جن میں ایک تندرست جبکہ دوسرا معذور یا نابینا شخص جو کہ کندھوں پہ سوار ہوتا ہے تندروست شخص معذور شخص کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے بھیک مانگتا ہے۔ اب اس قسم میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ کیونکہ گداگروں نے اب جدید تکنیک اپنائی ہیں۔ گداگروں کی یہ قسم اب کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ii۔ پہیے والی ریڑھی میں لیٹا ہوا گداگر:

اجتماعی گداگری کی ایک قسم پہیے والی ریڑی میں لیٹا ہوا گداگر ہے۔ اس قسم کی گداگری میں دو یا اس سے زیادہ افراد اس میں شریک ہوتے ہیں۔ جن میں ایک معذور فرد ریڑھی میں لیٹا ہوا جبکہ دوسرا ریڑھی کو بازاروں اور مختلف مقامات پر دھکیلتے ہوئے بھیک وصول کرتے رہتے ہیں۔

iii۔ مل کر صدا لگانے والے گداگر:

اس قسم میں ملوث گداگر دو یا دو سے زیادہ افراد کے ایک ٹولے کی صورت میں مصروف علاقوں میں گردش کرتے ہیں۔ اور دورانِ گردش یہ افراد نعت / حمد / تلاوت یا مختلف دل سوز نظمیں پڑھتے ہوئے عوام الناس کے جذبات کو چھیڑتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں بھیک وصول کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثریت نابینا افراد کی ہوتی ہے۔ عموماً یہ گداگر بھیک کی رقم یا دیگر اشیاء کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

iv۔ مسجد کے نام پر مانگنے والے گداگر:

چند لوگ رسید بک لیئے گھروں، محلوں، دوکانوں وغیرہ میں جا کر لوگوں سے مسجد و مدرسے کے لئے چندہ کہ نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ جو نہایت چرب زبان ہوتے ہیں اور اپنی بات سے لوگوں کے دل نرم کرتے ہیں اور انہیں مسجد و مدرسہ کے لئے امداد کرنے کے لئے رضامند کرتے ہیں۔ دراصل جو مساجد و مدارس حقیقی معنوں میں دین اسلام کی

1۔ گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ

خدمت کر رہے ہیں انکے کارکنان کو دربدر پھر کر چندہ اکھٹا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ لوگ خود انکے پاس آکر انکی امداد کرتے ہیں۔

v۔ سماجی کاموں کے لئے چندہ جمع کرنا:

موجودہ دور میں سماجی کاموں کے حوالے سے چندہ بھیک مانگنے کا رجحان عام ہے۔ اب یہ بات اکثر مشاہدہ میں آتی ہے۔ کہ ٹھیک ٹھاک نوجوان دو دو یا تین تین گھروں کی بیل بجاکر کسی غیر مقبول ویلفیئر سوسائٹی کی رسید بک دیکھا کر یا کسی سکول کی رسیدیں اور کبھی طالبِ علموں کے اخراجات کی نقلی رسیدیں۔ کبھی دور دراز واقع جگہ پر آنے والی آسمانی آفت یا حادثے کا ذکر کرکے آپ سے خیرات طلب کرتے ہیں۔ انکا بنیادی مقصد آپ کی کمائی کا کچھ حصہ بٹورنا ہے۔

vi۔ بچوں کے ساتھ گداگری کرنے والے:

اجتماعی گداگری کی اس قسم میں عموماً خواتین بھکاری زیادہ ہوتی ہیں۔ جو کہ کسی چھوٹے بچے یا بچی کو اُٹھائے ہوئے کبھی انہیں معذور بنا کر کبھی بیمار بنا کر عوام الناس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے ہیں۔ کبھی ان بچوں کے دو دو دن سے بھوکے ہونے کے قصے سناتے ہیں۔ اور کبھی کچھ اور بہانے بتا کر لوگوں سے خیرات وصول کرتے ہیں۔ اس قسم کے گداگر نہ صرف خود بلکہ اپنے بچوں کو بھی شروع ہی سے اس قبیح فعل کی باقاعدہ ٹرینگ دیتے ہیں۔

vii۔ شاہ دولہ کے چوہے والے گداگر:

اسمیں لڑکا یا لڑکی جسکا سر اسکے دھڑ کی مناسبت سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسکا چہرہ بہت بدہیئت سا محسوس ہوتا ہے ایک ہٹے کٹے شخص کے ساتھ پھرتا ہے۔ اور اسے ایک بزرگ شاہ دولہ کے نام منسوب کر کے گداگری کر رہا ہوتا ہے۔ وہ شاہ دولہ کا چوہا اس صحیح شخص کو زبردستی بھیک حاصل کر کے دیتا ہے۔

viii۔ جسمانی نقص والے گداگر:

عموماً اس قسم کے گداگر دو دو، تین تین یا چار چار کے ٹولے بنا کر لوگوں کو نفسیات کے مطابق نت نئے طریقوں کے ذریعے لوگوں کے جذبات کو ابھارتے ہیں۔ اور انکی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہیں۔ اور خاطر خواہ رقم وصول کر کے اپنے مابین مساوی تقسیم کرتے ہیں۔

ix۔ خواتین کے ساتھ مانگنے والے گداگر:

زیادہ تر مرد جو خواتین کے ساتھ ملکر بھیک مانگتے ہیں۔ وہ کرایہ کا بہانہ یا جیب کٹنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ اور کبھی کبھار تو وہ وضع حمل کے لئے بھی دست سوال دراز کرنے سے نہیں رکتے۔ کبھی ان مرد و خواتین کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں تو عوام لناس کی زیادہ ہمدردیاں بٹورتے ہیں۔

3۔ریاستی گداگری:

گداگری کی یہ قسم پہلی دونوں اقسام کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہے۔ اور شرمناک بھی ہے۔ اجتماعی اور انفرادی گداگری میں اگرچہ ہزاروں افراد ملوث ہوتے ہیں۔ اور اسکی وجہ سے ملکی معشیت کا پہیہ بلکل جام ہو جاتا ہے اور ملک میں جرائم، بے راہ روی، بے روگاری، تعلیمی معیار میں کمی، صحت وصفائی کا فقدان اور دیگر بہت سی سماجی برائیاں عام ہو جاتی ہیں۔ مگر جب معاملہ ریاستی گداگری پر پہنچ جائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ملک کا ہر بچہ اس ذلت تلے دبا ہوا ہے۔ اور یہ سب کچھ حکومت کی ناقص پالیسی کا نتیجہ ہے۔ ریاستی گداگری، پوری ملت یا قوم کے کاسہ گدائی پھیلانے کا فعل ہے۔ جب پس ماندہ اور غریب ملک امداد اور قرضوں کے حصول کے سلسلہ میں ترقی پریز ممالک اور سپر پاورز کے سامنے کاسہ گدائی پھیلاتے ہیں تو پوری ملت / قوم کو در حقیقت گداگری پر مجبور کر رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر ہائے افسوس کے ان قرضوں پر اصل رقم کے ساتھ سود در سود کی بھاری شرح سے ادائیگی کے لئے معاہدے کرتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر نہ تو قرضے واپس ہونے کا نام لیتے ہیں اور نہ ہی سود جیسی لعنت سے جھٹکارا ملتا ہے۔ قرضوں کی مقدار سود در سود کے روز افزوں اضافے کے ساتھ جمع ہوتی چلی جاتی ہے اور اسکی مقدار میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر قرضوں کے بوجھ تلے مقروض ملک کی معشیت تباہ وبرباد ہو جاتی ہے۔ قرضے اور سود در سود کی بھاری مقدار مکڑی کے جالے کی طرح ہیں ملک کی معشیت کو جکڑ لیتی ہے۔ ان قرضوں کے بوجھ تلے دب کر غریب ملک کے غریب باسی روز بروز خسارہ کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ عوام کی زندگی دو بھر ہو جاتی ہے۔ اور پھر ریاستی گداگری کی راہ اختیار کر کے غریب اور پس ماندہ ممالک کے اعلی حکام اور گنتی کے چند افراد تو بظاہر عیش و عشرت کی اور آسودگی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ تعداد تقریباً 5٪ کے قریب ہوتی ہے۔ لیکن عوام کی اکثریت جو کہ 95٪ یا اس سے زائد پر مشتمل ہے انتہائی بے کسی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

حکومتی اراکین اور عوام کی زندگی کے معیار میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے ایک طرف عیش و آرام کا سامان اور دوسری طرف زندگی گزارنے کی بنیادی سہولیات سے بھی محروم عوام پر بے پناہ ٹیکس لگا دئے جاتے ہیں روز مرہ اشیاء زندگی کو اتنا مہنگا کر دیا گیا ہے کے عوام شدید مشکلات کا شکار ہے۔ اور پھر جب حکمران اس لئے ہوئے قرضے کو اپنی عیاشی کا سامان بنالیں اور عوام کی فلاح پر خرچ نہ کریں۔ تو ملک میں ایسے ہی حالات پیدا ہوتے ہیں جو آجکل پاکستان میں ہیں۔ اور جہاں گداگری عرج پر پہنچ جاتی ہے۔ اور اسکے نتیجے میں ملکی معشیت تباہ وبرباد ہو جاتی ہے۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور اسی طرح کے دوسرے قرض دینے والے ادارے ان غریب ممالک کو قرضے میں جکڑ لیتے ہیں یوں گداگری کی یہ مذموم عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ اور جسطرح نشہ کرنے والے کو نشہ کے بغیر بے سکونی اضطراب اور بے چینی ہوتی ہے

۔اور اسکے بغیر وہ تڑپتا اور سسکتا دیکھائی دیتا ہے۔بالکل اسی طرح ریاستی گدا گر آئی ایم ایف اور دیگر اداروں کے سامنے کاسہ گدائی پھیلائے منتظر و ملتجی ہوتے ہیں۔ ابتدأً یہ قرضے دینے والے بہت ہی آسان شرائط پر قرضہ دیتے ہیں۔ جسطرح پرندوں کو دانہ ڈال کر پکڑا جاتا ہے بالکل اسی طرح آسان شرائط پر قرضہ دیکر غریب ممالک کو بتدریج اس راہ پر چلایا جاتا ہے۔اور پھر جب یہ لوگ عادی ہو جاتے ہیں۔تو قرضے کی شرح سود کو پڑھا دیا جاتا ہے اور پھر ایک وہ بھی وقت آجاتا ہے جب ان غریب ممالک کی معیشت پر اصل کنٹرول انہی اداروں اور ممالک کا ہوتا ہے جنکے وہ مقروض ہوتے ہیں۔اور غریب ممالک ان کے ہاتھوں کا بس ایک کھلونا ہی بن کر رہ جاتے ہیں۔اور اس صورتحال میں یہ ممالک بے چون و چرا قرض دینے والے ممالک اور اداروں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور اپنا وقار اور سالمیت کی جڑیں کھوکھلی کر لیتے ہیں۔

فصل سوم:

گداگری کی صورتیں

اللہ نے انسان کو اس دین اسلام کی تعلیمات کے ذریعے ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لیے احسن ذرائع بتائے ہیں اور ساتھ ساتھ ناجائز ذرائع سے خبر دار بھی فرمایا۔ مثلاً چوری، ڈاکہ، دھوکہ، جعل سازی اور گداگری وغیرہ کیونکہ گداگری ایک ایسا مذموم فعل ہے جس سے پوری انسانیت متاثر ہوتی ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو دین اسلام کے ذریعے جو حلال و حرام کا قانون دیا ہے۔ اس میں بالکل وضاحت کے ساتھ اس بات کا حکم ملتا ہے کہ کسب حلال اور اکل حلال کتنا ضروری ہے۔ اور اس کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اسکی جانب جتنا اسلام نے زور دیا دنیا میں کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ اسلام نے نہ صرف کسب حلال پر زور دیا بلکہ رزق حرام کے متعلق بھی بہت سی وعیدیں سنائی ہیں۔

مذموم اور ناجائز طریق پر (مثلاً گداگری) مال کے حصول کو شریعت اسلام ممنوع قرار دیتی ہے۔ اسلام حلال و حرام کے معیار کو بالکل واضح کرتا ہے۔ اور اسکے متعلق احکامات وضع کیے ہیں اور اگر کوئی معاشرہ حقیقی فلاح چاہتا ہو تو اسے ان مروجہ اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے کی ضرورت ہے۔ گداگری وہ قبیح فعل ہے جسے خالق کائنات اور رسول اللہ ﷺ نے سخت ناپسند کیا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اسکی مذمت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ آج گداگری کے بڑھتے ہوئے تناسب کو دیکھتے ہوئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم قرآن مجید اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ان حدود وقیود کا مطالعہ کریں جو گداگری کے متعلق ارشاد ہوئی۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾[1]

ترجمہ: "وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر "روح البیان" میں یوں فرماتے ہیں:

1۔ البقرۃ:2/273

"مفعول له ففيه نفى السوال والا لحا ف جميعا اى لا يسا لو ن النا س اصلا فيكون الحا فا وا لا لحاف الا لزام والا لحا ح وهو ان يلا زم السا ئل المسئول حتى يعطيه ويجوذ السوال عند الحا جة الاثم مرفوع "(1)

ترجمہ: "وہ لوگوں سے عاجزی دیکھا کر سوال نہیں کرتے، الحافا مفعول لہ ہے اس میں سوال اور عاجزی کے اظہار دونوں کی نفی کی گئی ہے الحاف بمعنے الزام والحاح، یہ سائل جو مسئول کا پیچھا نہ چھوڑے جب تک کے اس سے سوال پورا نہ کرالے۔(مسئلہ) بوقت ضرورت سوال کرنا جائز ہے اور اس کا کوئی گناہ بھی نہیں ہے"۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

"يقال قدالحف السا ئل فى مسئلته اذا الح فهويلحف فيها الحا فا ۔ فا ن قا ل قائل فكان هولاء القوم يسالون النا س غير الحاف ؟قيل غيرجا ئز ان يكو ن كانويسا لون النا س شيا على وجه الصد قةالحافا و غير الحا ف و ذلک ان الله عزوجل و صفهم التعفف ولم يكن با لنبى ﷺ الى علم معرفتهم بلادلةوا لعلامةحاجه و كا نت المسئله الظا هرةتغبى عن حا لهم وامر هم"(2)

ترجمہ: "کہا جاتا ہے کہ الحف السائل فی مسئلہ، یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ سائل سوال کرنے میں گڑ گڑائے اسی سے مضارع یلحف اور مصدر الحاف آتا ہے۔ اور اگر کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ بغیر الحاف کے سوال کیا کرتے تھے تو کہا جائے گا کہ یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں سے کوئی بھی چیز گڑ گڑا کر یا بغیر گڑ گڑائے مانگتے تھے / کیونکہ اللہ نے انکا وصف تعفف بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیشا نیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اگر وہ سوال کرتے تو انکا وصف بیان نہ کیا جاتا۔ اور نہ انہیں دلیل اور علامت سے پہچانا جاتا بلکہ انکا بالکل واضح ہوتا"۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال کرنے کی نفی کی ہے مگر اس کے برعکس زمانہ فقیر اور سائل اسطرح لپٹ لپٹ کر سوال کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1 ۔ حقی، علامہ الشیخ اسماعیل البر سوی، تفسیر روح البیان، ج:1، ص:435

2 ۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ للطباعتہ والنشر، بیروت لبنان، ج:3، ص:44

"ما یزال الرجل یسال الناس حتی یاتی یوم القیامۃ لیس فی وجھہ مزعة لحم--- ۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا " آدمی برابر لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اسکے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہو گی"۔

اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے نبی ﷺ نے سوال کرنے والوں سے متعلق بہت سخت وعید دی کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے نہایت ابتر حالات ہوں گے انکے چہرے گوشت سے خالی اور زخموں سے بھرے ہوں گے۔ اس سزا کی وجہ انکا لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال کرنا اور بھیک مانگنا ہے۔ یعنی لوگوں سے سوال کرنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

اسطرح غرباء، مساکین، بیواؤں، یتیموں، بے کسوں، اور حاجت مندوں کی ضروریات کا نہ صرف احساس رہتا ہے۔ بلکہ ان کے لیے کچھ اچھا کرنے کا جذبہ بھی اجاگر ہوتا ہے۔ اور خودداری کی خوبصورت صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔ نیز دست سوال دراز کرنے سے اجتناب کی توفیق بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرام کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود بھی نہایت صبر وشکر اور تحمل و عاجزی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اسی بات کا درس انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کو بھی دیا کہ چاہے کتنے ہی نامساعد حالات کا سامنا ہو ہر حال میں توکل وصبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

شریعت کی رو سے سوال کرنا کب جائز ہوتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے جب ایک شخص کے پاس ایک دن ایک رات کی روزی موجود نہ ہو تو وہ واقعی ضرورت مند ہے اور اسے سوال کرنا جائز ہے۔

عن قبیصہ ابن مخارق الھلالی قال تحملت حمالة فاتیت رسول اللہ ﷺ فیھا فقال (اقم حتی تاتینا الصدقة فننامر لک بھا) قال ثم قال (یا قبیصةان المسالہ لا تحل الا لاحد ثلاثة رجل تحمل حمالة فحلت لہ المسالة حتی یصیبھاثم یمسک ورجل اصابتہ وجائحة اجتاحت مالہ فحلت لہ المسالةحتی یصیب قوامامن عیش او قال سداد من عیش ورجل اصابتہ فاقة حتی یقول ثلاثة من ذوی الحجی من قومہ ثلاثةلقد اصابت

1 ۔ البخاری، کتاب الزکاۃ، باب: من سال الناس تکثرا، ص:536

فلانا فاقة فحلت له المسالة حتى يصيب قواما من عيش او قال سداد من عيش فما سوا هن من المسالة يا قبيصه سحت يا كلها صاحبهما سحتا)[1]

ترجمہ: قبیصتہ بن محارق الھلالی سے روایت ہے کہ میں قرض دار ہو گیا تھا ایک بڑی رقم کا (یعنی دو قبیلوں کی اصلاح وغیرہ کے لیے یا کسی خیر کے لیے) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہر وہمارے پاس صدقات کا مال آئے تو اس میں سے کچھ تمھیں دیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے قبیصتہ! سوال حلال نہیں ہے مگر تین اشخصاص کو ایک تو وہ جو قرض دار ہو جائے کسی امر خیر میں تو حلال ہو جاتا ہے۔ اسکو سوال یہاں تک کہ اسکو اتنا مال مل جائے کہ اس کا گزارا درست ہو جائے پھر وہ سوال سے باز رہے پھر دوسرا شخص کہ اس کا کوئی آفت پہنچی ہو کے اسکا مال ضائع ہو گیا ہو اسکو سوال، حلال ہے یہاں تک کہ اس کو اتنا مل جائے کہ اسکا گزارا درست ہو جائے تیسرا وہ شخص کہ اس کو فاقہ پہنچا ہو۔ اور اسکی قوم کے تین اشخاص گواہی دیں۔ کہ بے شک اس کو فاقہ پہنچا ہے۔ اسکو بھی سوال جائز ہے۔ جب تک کہ اسکا گزارا درست نہ ہو جائے ان لوگوں کے علاوہ اے قبیصہ سوال حرام ہے اور اسکے سوا جو سوال کرنے والا ہے وہ حرام کھاتا ہے"

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی رو سے سوال کرنے کی جائز صورتیں سامنے آتی ہیں یعنی وہ کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے امداد طلب کر سکتا ہے۔ تو اللہ تعالی کہ رسولؐ نے اس کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک قرض دار کو سوال کرنا جائز ہے مگر اس وقت تک جب کہ اسکا قرض ادا ہو جائے اسکے بعد سوال کرنا حرام ہے۔ دوسرا وہ شخص جسکے مال میں کوئی آفت آگئی ہو یا اسکا مال ضائع ہو گیا ہو۔ اسے بھی سوال کرنا جائز ہے مگر کہ اس وقت تک اسکی گزر بسر صحیح ہو جائے تیسرا وہ شخص جسکو فاقہ آ پہنچا ہو اور اسکے قبیلے کے تین معززین اس بات کی گواہی دیں کہ بے شک اسکو فاقہ ہے تو اس سے بھی سوال کرنا جائز ہے پھر نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اسکے سوا کسی سے سوال کرتا ہے وہ حرام کھاتا ہے کیونکہ وہ خود کو اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے ذلیل کرتا ہے۔

یہاں پر ہمیں ایک خاص اصول کا خیال بھی رکھنا چاہیے کہ اگر مندرجہ بالا تین حالتوں میں سے کسی میں ہم مبتلاء ہوں اور نوبت دست سوال دراز کرنے کی آ جائے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی ایسے شخص سے سوال کیا جائے تو جس سے سوال کے بعد کس قسم کی ذلت و تحقیر برداشت نہ کرنی پڑے۔

1۔ صحیح مسلم، امام الحافظ ابو الحسن بن الحجاج التقصیری، باب الزکاۃ: ادارہ اسلامیات لاہور، 2007ء، ج: سوئم: حدیث نمبر: 2402، ص: 64

دین اسلام انسان میں خوداری کو پیدا کرتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ کسب حلال کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اسکو بہت سی صلاحتیں بھی عطا کی تا کہ وہ انکو بروئے کار لا کر اپنی زندگی گزار سکے مگر چند افراد نے تن آسانی کا راستہ اختیار کیا اور محنت کرنے کی بجائے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا شروع کر دیا۔ اور عزت و خودداری کے بجائے ذلت اور رسوائی کی زندگی کو پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔

اللہ نے سوال صرف اللہ ہی سے کرنے کی اجازت دی ہے۔ مخلوق سے نہیں اسکے برعکس آج کے دور میں بھیک مانگنا ایک کاروبار کی سی شکل اختیار کر چکا ہے یہ لعنت معاشرے میں کینسر کی طرح پھیل چکی ہے آج ٹھیک ٹھاک نوجوان بھیک مانگتا نظر آتا ہے اس کی وجہ لوگ کام چور بن چکے ہیں جب بغیر محنت کہ اچھی خاصی رقم مفت میں حاصل ہو جائے تو کوئی اسکو چھوڑنے پر کیسے راضی ہو؟ اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ان لوگوں کی وجہ سے حقیقی ضرورت مند افراد محروم رہ جاتے ہیں اب یہ سوچنے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے ہمارے گردونواح میں موجود بھکاری کیا یہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے نہیں بھر رہے؟ کیونکہ مذکورہ بالا حدیث میں واضح الفاظ میں تین قسم کے حالات کے سوا سوال کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ جو اسکے سوا سوال کر کے کھائے وہ حرام کھائے گا۔

1۔ سورۃ الفاطر: 14/35

خلاصہ

عربی زبان میں گداگری کے لئے التسول اور گداگر کے لئے سائل کے الفاظ مستعمل ہیں ۔گداگر کو فقیر، منگتا، سائل، منگت کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ بھکاری انسانی تاریخ کی ابتداء ہی سے موجود تھے۔ گداگری کی عام تعریف کے مطابق اپنی غربت، بے بسی، لاچاری کو ظاہر کر کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر، اور انسانیت کا واسطہ دے کر بھیک مانگنا ہے۔ بھیک مانگنا دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف شکلوں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ تاریخ میں اسکے مختلف ادوار کا تذکرہ ملتا ہے۔ قدیم یونانی، بھکاریوں کو دو درجوں میں تقسیم کرتے تھے۔ 1۔فعال غریب 2۔ غیر فعال غریب

ان کے نزدیک فعال غریب سے مراد ایسا غریب ہے جو محنت مزدوری کر کے اپنے اوقات کا گزر بسر کرتا ہے۔ جبکہ غیر فعال غریب وہ ہے جو کہ عادتاً یا پھر کسی جسمانی یا ذہنی معذوری کی بنا پر کام نہیں کرتے۔ وہ لوگ معاشرے کی ترقی میں کوئی کردار ادا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اُلٹا معاشرے پر ایک بوجھ ہوتے ہیں۔ اٹھارویں صدی میں برطانیہ کے شہری اور گاؤں کے علاقوں میں غربت ایک بہت ہی بڑا مسئلہ تھی۔ رومن ایمپائر کے فیصلوں کے مطابق بہت سے فقیر شہروں سے باہر ہی دیکھے جاسکتے تھے اور وہ بھی مختلف احوال کا شکار تھے۔ 1۔ وہ جو حقیقتاً معزور یا اپاہج ہوتے۔2۔ جو ایمپائر کے غصے کا شکار ہوتے۔ 3۔ ایسے سزا یافتہ ہوتے جن کا داخلہ شہر میں ممنوع ہو۔

عیسائی اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ عیسایت کی تعلیمات لے کر آئے اس وقت یروشلم کی عوام بھیک کے لفظ سے بھی ناآشنا تھی ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ لوگ قبل از مسیح کے دور میں بیت المقدس کے دروازوں پر فقیر بن کر بیٹھا کرتے تھے اور آنے والوں سے سوال کرتے تھے۔

قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں عرب معاشرہ مؤرخین کے مطابق دو انتہاؤں میں تقسیم تھا۔ ایک طرف تو امیر لوگ تھے مگر دوسری طرف انتہائی غریب بدو جن کے لیے زندگی گزارنا دوبھر تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد یہ تفریق اسلامی تعلیمات کے اعجاز سے تقریباً ختم ہونے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ تاہم جیسے جیسے اسلام پھیلنے لگا اس معاشی تفریق نے پھر سے جڑ پکڑلی اسوقت ان عرب بدوؤں کی تعداد میں ایک بار پھر اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ جو اپنی زندگی کی گزر بسر کے لئے دوسروں کی جانب سے ملنے والی امداد کے محتاج تھے۔ در حقیقت عرب معاشرے میں گداگری کے فروغ کی اوّلین وجہ معاشی صورت حال ہی تھی۔ اسکی ایک اور وجہ اسلام میں جوں جوں تصوّف نے زور پکڑا گداگری کا ایک نیا طریقہ متعارف ہوا۔ اس صورتِ حال کو صوفیاءنے "اللہ پر توکل" کے نام سے متعارف کروایا۔

دیگر مذاہب نے بھی صرف مانگنے کو معاشرے کے بہت سے طبقات کے لیے گزر اوقات کا قابل قبول طریقہ قرار دیا ہے۔ ان میں صوفی اسلام کے علاوہ ہندو مذہب اور جین مت قابل ذکر ہیں۔ ان مذاہب میں بھیک مانگنے کو قابل قبول ذریعہ اس لئے قرار دیا تاکہ افراد کی توجہ صرف روحانی تربیت پر مرقوم رہے۔

وطنِ عزیز میں آج تک جن شعبوں میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے ان میں سے ایک (گداگری کی صنعت) بھی ہے۔ اور بدقسمتی سے اب ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ پورا ملک ہی گداگروں کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ ملکی معیشت پر ایک بوجھ کی مانند ہوتے ہیں، اور پھر جیسے جیسے انکی آبادی میں اضافہ ہوتا ہے ملکی معیشت کی بربادی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہ قبیح فعل ایک پیشے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

گداگری معاشرے میں بہت زیادہ پھیلتا ہوا مسئلہ ہے۔ آجکل یہ مسئلہ خصوصاً پاکستان میں بہت عروج پر ہے۔ گداگری پست عقلی معیار کا نام ہے۔ پست عقلی معیار کو زبان عام میں "جہالت" کہا جاتا ہے۔ اور جہالت ام مصائب و مسائل ہے۔ اس میں مبتلاء انسان اخلاقی اقدار سے گر جاتا ہے۔ وہ صحیح اور غلط کی تمیز بھول جاتا ہے۔ اور پھر اسکی صرف ایک قسم ہاتھ پھیلانے والی ہی نہیں بلکہ بے شمار اقسام ہیں۔ اختصار سے ان کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ 1۔ انفرادی گداگری 2۔ اجتمائی گداگری 3۔ ریاستی گداگری

اللہ نے انسان کو اس دین اسلام کی تعلیمات کے ذریعے ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لیے احسن ذرائع بتائے ہیں اور ساتھ ساتھ ناجائز ذرائع سے خبر دار بھی فرمایا۔ مثلاً چوری، ڈاکہ، دھوکہ، جعل سازی اور گداگری وغیرہ۔ کیونکہ گداگری ایک ایسا مذموم فعل ہے جس سے پوری انسانیت متاثر ہوتی ہے۔ مذموم اور ناجائز طریق پر (مثلاً گداگری) مال کے حصول کو شریعت اسلام ممنوع قرار دیتی ہے۔ اسلام حلال و حرام کے معیار کو بالکل واضح کرتا ہے۔ اور اسکے متعلق احکامات وضع کیے ہیں اور اگر کوئی معاشرہ حقیقی فلاح چاہتا ہو تو اسے ان مروجہ اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے کی ضرورت ہے نبی ﷺ نے فرمایا "آدمی برابر لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اسکے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی"۔

یعنی لوگوں سے سوال کرنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ صحابہ کرام کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود بھی نہایت صبر و شکر اور تحمل و عاجزی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اسی بات کا درس انھوں نے اپنے بعد آنے والوں کو بھی دیا کہ چاہے کتنے ہی نامساعد حالات کا سامنا ہو ہر حال میں توکل و صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

شریعت کی رو سے سوال کرنا کب جائز ہو تا ہے ؟ اسکا جواب یہ ہے جب ایک شخص کے پاس ایک دن ایک رات کی روزی موجود نہ ہو تو وہ واقعی ضرورت مند ہے اور اسے سوال کرنا جائز ہے۔

باب دوم: گداگری کے اسباب و اثرات اور سوال کرنے کا دائرہ کار

فصل اوّل: گداگری کے اسباب

فصل دوم: گداگری کے اثرات

فصل سوم: سوال کرنے کا دائرہ کار

فصل اول:

گداگری کے اسباب

گذشتہ باب میں گداگری کا تعارف،اقسام اور اس کی صورتوں کے بارے میں تفصیلی ذکر لیا گیا ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ گداگری کے اسباب کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ ان اسباب کی روک تھام کے لئے مکمل لائحہ عمل بنایا جاسکے اور ملک کو گداگری سے پاک کیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل، دماغ اور تمام اعضاء یکساں عطا کیے ہیں۔ تاکہ وہ دنیوی زندگی میں اپنے لیے باعزت معاش کے حصول اور صالح کردار کو اپنانے کے لیے دوڑ دھوپ کر سکے۔ اگرچہ بعد کے نتائج اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ مگر اللہ نے انسان کو صحیح وغلط کا فرق بتایا۔ اور پھر مکمل انسان بنا کر عقل وشعور بھی عطا فرمائے اسکے بعد اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا

﴿ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴾[1]

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جسکی اس نے کوشش کی

"گداگری کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک تو ناخواندگی اور دوسرا ملک کا خراب نظام کیونکہ ان دونوں مسائل کی وجہ سے باقی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ جو خود تعلیم یافتہ نہیں ہے وہ اپنے بچوں کو بھی اسطرف نہیں لاتے جسکی وجہ سے ناخواندگی برقرار ہے اس کے برعکس کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو پڑھ لکھ جاتے ہیں۔ مگر اسکے باوجود وہ بھی بے روزگار ہیں۔ اسکی وجہ ہمارا خراب نظام ہے"[2]

گداگری بہت قبیح فعل ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں معاشی و معاشرتی اور ذہنی و جسمانی اسباب و وجوہات قابل ذکر ہیں۔

1۔ موروثی پیشہ

2۔ ناخواندگی

---

1 ۔ النجم:39/53

2 ۔ ذیان، مقالہ: غربت وناخواندگی روزگار کے بڑھتے ہوئے مسائل،www.bitlanders.com, تاریخ اشاعت:20 اگست،2014ء

3۔ غربت

4۔ حکومتی ناقص پالیسیاں

5۔ ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی

6۔ مہنگائی

موروثی پیشہ

ہمارے معاشرے میں عموماً پیشہ نسل در نسل منتقل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کسان ہے تو وراثتی طور پر اسکا بیٹا بھی عموماً اسی پیشے کو اپنائے گا۔ نائی کا بیٹا نائی، حلوائی کا بیٹا حلوائی، درزی کی اولاد درزی ہو گی۔ عموماً لوگ موروثی پیشے کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح گداگری سے منسلک افراد بھی اپنی اولاد کی ترتیب بچپن ہی سے موروثی پیشے کے لیے کرتے ہیں۔ یوں یہ بھیک مانگنے کا سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔ اور گداگر کیونکہ بچپن ہی سے یہ سیکھتا چلا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو اس میں کسی قسم کا کوئی عار محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو گداگر اپنے موروثی پیشہ پر فخر کرتے ہیں۔

نتیجتاً ان پیشہ ور بھیک مانگنے والوں نے ایک حقیقی ضرورت مند کی پہچان مٹا دی ہے۔ اب یہ پہچانا ممکن ہو گیا ہے۔ کہ حقیقی ضرورت مند کون ہے اور غیر حقیقی یعنی پیشہ ور گداگر کون؟ پاکستان میں گداگری اب ایک مکمل پیشے کی صورت اختیار کر چکا ہے کیونکہ اسکے لئے باقاعدہ بنیادوں پر کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ اور یہ ہی وجہ ہے۔ کہ اب یہ گداگر اس قدر بے قابو ہو چکے ہیں۔ کہ انکو بھیک مانگتے ہوئے نہ کسی کا ڈر ہوتا ہے نہ شرم اور نہ ہی لحاظ وہ بھیک کو اپنا حق سمجھ کر لپٹ چمٹ کر مانگتے ہیں۔

ایک مستند رپورٹ کے مطابق جڑواں شہروں میں بھکاریوں کی تعداد 500 سے زائد ہو گئی ہے 23٪ نے مشغلہ اور پیشہ کے طور پر اپنا لیا ہے۔[1]

مندرجہ بالا رپورٹ تو سن 2000 کی ہے مگر اس کو دیکھ اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اب جڑواں شہروں میں بھیک کو بطور پیشہ اپنانے والے افراد کا تناسب کیا ہو گا؟

ایک اور رپورٹ کے مطابق بہت سے پاکستانی بیرون ممالک خصوصاً سعودیہ میں، مواسم حج و عمرہ کے دوران صرف بھیک مانگنے جاتے ہیں۔ ان میں بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، اور بچے سب ہی شامل ہوتے ہیں۔

1۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 29 جنوری 2000ء

ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان پیشہ ور گداگروں کا 83 رکنی گروہ جدہ میں گرفتار (10 عورتیں اور 15 بچے شامل ہیں) ٹھیکہ پر لایا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے پہلے 3 دن میں 80 ہزار ریال کی مجموعی آمدنی ہوئی ہے۔ فی کس ہفتہ وار تقریباً 700 ریال کما لیتے ہیں۔[1]

اگر اس رپورٹ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ تین طرح کے اثرات مرتب کرتی ہے۔ ایک تو گداگری جیسا قبیح فعل اور دوسرا حرم جیسے بابرکت مقام پر اور تیسرا یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عالمی سطح پر شدید بدنامی کا باعث یہ فعل ہے۔ یہ فعل صرف چند لوگ نہیں بلکہ منظم طریقے سے سرکردہ لوگوں سربراہی میں انجام پاتا ہے۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق:

"پیشہ ور ٹولے مرد و خواتین گداگری کے لئے ہر سال سعودی عرب جاتے ہیں لاکھوں کما کر واپس آجاتے ہیں، سعودی عرب سے ملک بدر کر دیا گیا"[2]

درج بالا رپورٹس سے یقیناً اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ گداگری جیسے قبیح فعل کو نہایت منظم انداز میں پیشے کے طور پر ملک و ملت کی بدنامی اور اسکی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

یہ ملک و ملت کی بدنامی کا باعث ہیں۔ اور اس فعل کے لیے ہر جائز و ناجائز اور ہر قسم کی حد کو پار کر لینا اپنے لیے صحیح تصور کرتے ہیں گداگری ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ مگر یہ بات اس سے بھی زیادہ مکروہ ہے یہ ایک ملک کے باشندے دوسرے ملک کی سڑکوں پر ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہوں۔ ان چند افراد کے اس فعل سے ملک کے رہنے والے تمام افراد کو باہر کی دنیا کے لوگ مشکوک اور مذموم نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں حکومتی اقدامات کا از سر نو جائزہ لینے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ صرف اب گداگری ہی نہیں بلکہ ملکی معیشت کی سالمیت کا بھی مسئلہ بن چکا ہے۔

علم معاشیات کی رو سے ایک ملک کی معشیت اس وقت ہی مستحکم ہو گی جب اس ملک کا ہر فرد ملک کی مجموعی پیداوار میں اپنا حصہ ڈالے گا۔ اور مجموعی پیداوار میں حصہ ڈالنے کے لئے لازمی ہے کہ ہر شخص محنت کرے اور کام کرے مگر گداگری جسے نسل در نسل چلے آنے والے پیشے کی بدولت ملک کی آبادی کا اچھا خاصا حصہ نہ تو محنت کرتا ہے بلکہ اُلٹا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر یعنی منحصر ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے ملکی معشیت کو بھی بھرپور نقصان ہوتا ہے اور ملکی معشیت مستحکم ہونے کی بجائے متزلزل ہو جاتی ہے۔

1۔ ایضاً

2۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 29 جنوری 2000ء

ناخواندگی:

ناخواندگی فارسی زبان کالفظ ہے اسکے معنی لکھنے پڑھنے سے واقفیت نہ ہونایاان پڑھ ہونے کی حالت یابے علمی اور جہالت کے ہیں۔[1]

دنیاکے جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ان سب نے اس مقام تک پہنچنے کے لیے علم وتعلیم کاسہارالیامگر افسوس کہ ابھی تک پاکستان خواندگی کی شرح بڑھانے کے لیے کوئی قابل ذکر مثبت اقدام نہ کر سکا۔اس وجہ سے آئے دن ناخواندگی کی شرح میں بہت اضافہ ہوا چلا جاتا ہے۔پاکستان میں ناخواندگی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سے سکول صرف سرکاری کاغذوں میں محدود ہیں۔درحقیقت انکا کوئی وجود نہیں۔جاگیر دارانہ نظام پاکستان میں تعلیم کی راہ کی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔اس نظام کے کرتا دھرتا لوگ تعلیم سے روکتے ہیں۔تاکہ لوگ باعلم اور باشعور ہو کر انکے مخالفین کی صف میں نہ کھڑے ہو جائیں۔

پاکستان دنیامیں شرح خواندگی کے لحاظ سے 113 نمبر پر ہے۔جبکہ 57 اسلامی ممالک میں سے 45 نمبر پر ہے اور جنوبی ایشیاء کے 7 میں سے 5 نمبر پر ہے یکساں نظام تعلیم اور یکساں نصاب سے پوری قوم میں یکسوئی پیدا کی جاسکتی ہے۔اور ترقی کی جانب سفر کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔[2]

علم انبیاء کی میراث ہے۔علم ایک چراغ ہے جو روشنی فراہم کرکے انسان کو اصل منزل تک پہنچاتا ہے۔اور علم ہی سے انسان کے کردار کی تعمیر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿قل هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[3]

ترجمہ: کہہ دو کیا اہل علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں

علم کی اہمیت کے بارے میں رسول ﷺ نے بہت سے ارشادات فرمائے آپؐ نے اپنے آپ کو ایک معلم کہا مزید ایک بہت ہی مشہور حدیث ہے:

قال رسول اللہ ﷺ ((اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد))[4]

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا ِ محد سے لحد تک علم حاصل کرو۔

1۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، عبدالوحید، فیروز سینٹر لاہور، ج: دوم، ص:174۔

2۔ مقالہ: یوم خواندگی، انجینیئر حمید میمن، تاریخ اشاعت:08/09/2015, apmyki.wordpress.com

3۔ الزمر:39/29

4۔ صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب العلم، المیزان کتب لاہور، سن اشاعت:2009ء، ج:72، ص:85۔

درج بالا آیت کریمہ میں یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عالم یا اہل علم اور جاہل یا ان پڑھ شخص کو برابر مقام نہیں دیا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ رسولؐ نے بھی ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔ علم ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے اسے نہ تو کوئی چرا سکتا ہے اور نہ ہی یہ ختم ہو سکتی ہے بلکہ یہ پھیلانے سے مزید بڑھنے والی دولت ہے۔ پاکستان میں آج ناخواندگی کی شرح بہت بڑھ رہی ہے۔ اسکی بنیادی وجہ حکومت کی ناقص پالیسیاں ہیں۔ جن میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوا جا رہا ہے اور غریب شخص تعلیمی اداروں کے اخراجات اٹھانے کے قابل نہیں۔ لہذا ناخواندگی کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے جسکے بعد بے روزگاری عروج پر ہے اور پھر زندگی گزارنے کے لیے لوگ چور راستوں کا انتخاب کر لیتے ہیں۔ جن میں سے ایک راستہ گداگری بھی ہے اور اس برے فعل سے ملک وملت کا وقار خاک میں مل رہا ہے۔

غربت:

غربت ام المصائب ومسائل ہے۔ افلاس یعنی غربت جسکو انگریزی میں (Poverty) کہتے ہیں۔ گداگری کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ تنگدستی اور فقر وفاقہ میں مبتلاء افراد نے گداگری کے سایہ میں پناہ ڈھونڈلی ہے اور یہ غربت ہی ہے کہ جسکی وجہ سے بہت زیادہ تعداد میں لوگوں نے گداگری اپنا رکھی ہے۔ جب لوگ بنیادی ضروریات زندگی کے لیے ترستے ہوں اور روزگار کے مواقع بھی نہ ہونے کے برابر ہوں تو مجبوراً دست سوال دراز کرتے ہیں۔ مگر اس حقیقت سے بھی منہ نہیں موڑا جا سکتا جو کہ بہت سے لوگوں کو مفت کا اور بغیر محنت کے کھانے کی ایسی عادت پڑھ جائے۔ کہ اگر روزگار کا کوئی بھی ذریعہ ہو بھی تو وہ اسے اپناتے نہیں ہیں۔ بلکہ اسکی طرف توجہ دلانے والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور بددعائیں دیتے نکل جاتے ہیں۔

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کر کے اسکی فطرت میں کھانے پینے کے تقاضے رکھ کر اسے یوں ہی نہیں چھوڑا بلکہ اس نے اپنے لطف وکرم سے اسکے رزق کا ذمہ بھی لیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یقینی طور پر حلال وحرام کی حدود رکھی ہیں۔ مگر وہ حدود بتا کر اللہ نے اس کائنات میں رزق اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کا ضامن انسان کو بنایا ہے۔ پھر روئے زمین پر اگر کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات یا رزق سے محروم ہے اسکا سراسر ذمہ دار وہ خود ہی ہے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اسباب معیشت اللہ تعالیٰ نے فراہم کیے ہیں۔ انکی منصفانہ تقسیم نہیں ہو رہی۔ اور رزق کی تقسیم میں انصاف نہیں ہو رہا ہے۔ انسانی غربت وافلاس کے بے شمار اسباب ہو سکتے ہیں۔ مگر اس میں سب سے اہم وہ ظالم اور لوٹیرے ہیں۔ جو کمزور لوگوں کا حق مارتے ہیں۔

نبی ﷺ کی درسگاہ اور صحبت میں تعلیم پانے والے صحابی حضرت علی نے اسطرف اشارہ فرمایا! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر انکے مالوں میں اپنے معاشرے کی فقراء مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفائیت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔

اسد عباس کی ایک رپورٹ کے مطابق:

"جڑواں شہروں میں بھکاریوں کی تعداد 5000 ہو گئی ہے 77٪ کو غربت نے اس راہ پر لگایا ہے 23٪ نے مشغلہ اور پیسہ کے طور پر اپنالیا ہے۔"[1]

یقیناً اتنے برس گزر جانے کے بعد انکی تعداد میں کئی گناہ اضافہ ہو چکا ہو گا،

"ضلعی انتظامیہ لاہور کے تعاون سے محکمہ سوشل ویلفیئر نے گداگری کے حوالے سے کچھ عرصہ قبل سروے کیا جس میں اس بات کی نشاندہی کی کہ 55٪ گداگر بننے کی بڑی وجہ غربت تھی"۔[2]

بین الاقوامی سطح پر شائع کی گئی ایک رپورٹ میں اعتراف کیا گیا کہ پاکستان میں کثیر تعداد میں لوگ غربت کی لائن سے نیچے زندگی گزانے پر مجبور ہیں۔ اور یہ بات حکومت کے لیے یقیناً لمحہ فکریہ ہے۔

"As stated above as of 2000-01, unemployment has grown to 6.7%. and poverty to 40.1% poverty has an average been increasing at the rate of 5.3% per annum and the number of people below the poverty line has been increasing at the rate of 7.9% annually. The drought has pushed a further 4.6 million people, mostly is Sindh and Baluchistan, below the poverty line. If drought conditions persist over 2001-02, unemployment and poverty is estimated to increase 7.3% and 42.1% respectively and an additional 6.2 million people are likely to fall below the poverty line [3]"36-million live in absolute poverty" [4]

پاکستان میں آئے روز خودکشی، قتل، دھوکہ دہی جیسے دردناک واقعات سامنے آتے ہیں۔ ایسے واقعات کہ جن کو دیکھ کر یا سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ ان دردناک واقعات کی کثرت کی بنیادی وجہ بھوک وافلاس ہے۔ آئے روز ایسے واقعات اخباروں اور ٹیلیویژن کی ذینت بنے ہوتے ہیں۔

---

1 ۔ روزنامہ جنگ، راولپنڈی/اسلام آباد، 29 جنوری 2000ء

2 ۔ روزنامہ نوائے وقت، سنڈے میگزین، 20 اپریل 2003ء

3 - Research Report,No.40,published by SPDC (social policy and development center),p:13-14

4 - Dr Mehbub-Ul-Haq, “Human Development In South Asia-1997

- باپ نے نشہ آور دوائیں پلا کر بچوں کو نہر میں پھینک دیا۔
- ماں نے غربت و بھوک سے تنگ آ کر بچوں سمیت خودکشی کر لی۔
- 30 برس کے نوجوان نے بے روزگاری سے تنگ آ کر اپنی جان کو ختم کر ڈالا۔

غرض ایسی اور بہت سی خبریں جو تقریباً روزانہ کی بنیاد پر ہماری نگاہوں سے گزرتی ہیں۔ ان کی بنیادی وجہ غربت ہے۔ اسقدر غربت حکومت کی ناقص پالیسیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ابھی تک یہ غربت کا عفریت بے شمار جانیں لے چکا ہے اور نہ جانے مزید کتنی جانیں لے گا۔

"غربت دنیا کا سب سے سنگین مسئلہ ہے ورلڈ بنک کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے ترقی یافتہ ممالک دنیا کے وسائل کا 80٪ خرچ کر رہے ہیں۔ جبکہ باقی 20٪ وسائل تیسری دنیا کے ممالک استعمال میں لا رہے ہیں۔ جسکی بنا پر وہ غربت اور افلاس کے منحوس چکر سے باہر نہیں نکل پاتے یہ ممالک صاف پانی، حفظان صحت اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فی کس 2500 حراروں کی ضرورت ہے تو بعض غریب ممالک میں استعمال کی یہ سطح اتنی کم ہے کہ 1500 حرارے ریکارڈ کیے گئے ہیں (بلکہ اس بھی کم)۔ پاکستان کی مثال لیجئے پاکستان میں ہر سال ہزار میں سے 95٪ بچے (تقریباً 10٪) اپنی عمر کے پہلے ہی سال موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ ہر سال 35 لاکھ بچے سکول جانے کی عمر کو پہنچتے ہیں۔ ان میں صرف 54٪ لڑکوں اور 30٪ لڑکیوں کو پہلی جماعت میں داخلہ ملتا ہے۔ صرف 40٪ بچے پانچویں جماعت تک پہنچتے ہیں۔"[1]

درج بالا رپورٹس کے Data سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آج ملک عزیز میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور تقریباً 8 تا 10 گنا فی کس آمدنی کا فرق ہے۔ کہ غریب کو دو وقت کا کھانا میسر نہیں اور امیر طبقہ کی عیاشیاں توبہ توبہ آج ملک عزیز میں بے روزگاری اپنے عروج پر ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق:

"ملکی آبادی کا تیسرا حصہ غربت کی لکیر سے بھی نیچے چلا گیا، بیروزگاری انتہا پر ہے"[2]

ایک عالمی ادارے کی رپورٹ کے مطابق

1۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاضر کے مسائل سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالہ، شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد، مقالات سیرت 1995ء، 1416ھ، ص 56-55۔

2۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 7 جولائی 2003ء

"دنیا بھر میں ایک ارب ستر کروڑ افراد غربت جبکہ 82 کروڑ 75 لاکھ افراد بھوک کا شکار ہیں۔سب سے زیادہ غربت اور بھوک جنوبی ایشیا میں ہے جہاں بالترتیب 49 کروڑ اور 33.5 کروڑ افراد غربت اور بھوک کا شکار ہیں۔ غربت میں نمایاں اضافہ کی وجہ سے اب پاکستان کا انسانی ترقی کے انڈکس میں 144 واں نمبر ہے"[1]

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق:

"پاکستان کی 48٪ آبادی خط غربت سے نیچے کی زندگی گزارنے پر مجبور"[2]

درج بالا بیان حکومت پاکستان نے اور عالمی اداروں نے جاری کیا ہے۔ اگر ان کو ہی مد نظر رکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ غربت اتنی سنگین شکل اختیار کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں اہل ثروت لوگوں کی عیاشیاں حد سے بڑھ چکی ہیں۔ انکی ہوس اور لالچ اپنے عروج پر ہے۔ ایسی بھیانک صورتحال میں بے روزگار افراد کے لیے بنیادی سہولیات حاصل کرنا بھی دوبھر ہے۔ چنانچہ یہ افراد فرار اور تن آسانی کی راہ کو اپناتے ہیں۔ جن میں سے ایک راستہ گداگری بھی ہے۔

حکومتوں کی ناقص پالیسیاں

گداگری کی ایک بنیادی وجہ ہماری حکومت کی ناقص پالیسیاں بھی ہیں۔ جن میں ناقص اقتصادی پالیسیاں، خسارے کا بجٹ، منصوبہ بندی کا فقدان، آمدنی و اخراجات میں عدم توازن، غیر ترقیاتی اخراجات، اجتماعی بد نظمی و انتشار، اسراف کا چلن، مادی خواہشات کی بھرمار، عیش و عشرت، ظلم و تشدد کا رواج، حرص و ہوس، ذاتی اغراض و مفادات کا تقدم، غربت، ناخواندگی، بھوک، افلاس، بڑھتی ہوئی آبادی، بے روزگاری، بیرونی قرضہ جات کا مسئلہ، لاقانونیت، کرپشن، سیاسی عدم استحکام، منشیات، امتیازات و تعصبات، طبقاتی استحصال، ارتکاز و احتکار، ناانصافی کا دوردورہ اور اقرباء پروری جیسی برائیوں کی وجہ سے معاشرہ غربت و افلاس اور بے روزگاری و بے حالی جیسے بھیانک مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ انہی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ملک کی قریباً 50 فیصد آبادی غربت کی دلدل میں پھنس جاتی ہے۔

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق:

"غربت میں نمایاں اضافہ کی وجہ سے اب پاکستان کا انسانی قرض کے انڈیکس میں 144 نمبر ہے"[3]

---

1 ۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 9 جولائی 2003ء

2 ۔ محولہ بالا

3 ۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 7 جولائی 2003ء

حکومت کی بے توجہی اور ناقص حکمت عملی کے باعث دن بدن غربت میں اضافہ کی بناپر لوگ بے روزگار بھی ہو رہے ہیں۔اور نتیجتاً عوام شدید مشکلات کا شکار ہو رہی ہے۔

انہی پس ماندہ ممالک کے حکمران نہایت عیاش بھی واقع ہوتے ہیں۔وہ عیاشی اور بے حیائی اور اسراف و فحاشی کے بازار گرم کیے ہوتے ہیں۔اور عوامی بہبود پر لیے گئے بیرونی قرضے اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں۔اور اسکا ثمر پاکستان جیسے ملک میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو ہزاروں ڈالر قرضے کے بوجھ تلے دب کر زندگی گزارنے کی صورت میں ملتا ہے۔

"ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی"

اسلامی نظام حکومت میں مملکت ہر فرد کو بنیادی ضروریات فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

اسلامی ریاست کی کفالت اور نظم معیشت کے حوالہ سے ذمہ داریوں کے بارے میں عبد القیوم لکھتے ہیں:

> "مذہب اسلام کو دین خیر یا فلاحی مذہب اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک فلاحی ریاست کا تصور پیش کرتا ہے۔جس میں ریاست کی ہر شخص کی بنیادی ضروریات (لباس، مکان، خوراک اور علاج و تعلیم وغیرہ) کے پوری کرنے کے ضامن ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اسلام ہر فرد کو سماجی تحفظات (Social Securities) بھی مہیا کرتا ہے۔[1]

درج بالا عبارت میں موصوف نے ریاستی ذمہ داریوں اور عوام اور حکومت کی معاشرتی ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے۔حکومت اور صاحب حیثیت افراد کی نظم معیشت اور کفالت عامہ کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کے نتیجہ میں غربت و افلاس،بے روزگاری اور دیگر معاشرتی برائیوں کہ سبب گداگری اور دوسری برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔جن امور میں حکومت ذمہ دار تھی اب ان سے اغراض واجتناب کی بناء پر(Social Evils) معاشرے میں فروغ پا رہے ہیں اور روز افزوں اضافہ کا باعث ہیں۔

مہنگائی

پاکستان میں گداگری کے فروغ کی ایک بہت اہم وجہ مہنگائی بھی ہے۔عام آدمی تو اسکے بوجھ تلے دب کر مر جانے کے قریب ہے۔غریب طبقہ کی فی کس آمدنی پہلے ہی بہت کم ہے اس پر ستم یہ کہ ہمارے معاشرے میں عموماً فرد واحد ہی کنبے کا واحد کفیل ہوتا ہے اور فی زمانہ اس مہنگائی نے تو عام آدمی کو روٹی تک کے لیے محتاج بنا دیا ہے۔

گذشتہ چند سالوں میں بنیادی اشیاء ضرورت کے نرخ بڑھ گئے ہیں۔اور حکومت کی جانب سے اس پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔

---

1 ۔ عبد القیوم قریشی، مقالات سیرت: 2001ء، ص:487

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق

"پاکستان میں اشیائے ضروریات کے نرخوں میں 20 فیصد کی شرح سے اضافہ، قوت خرید میں اسی تناسب سے کمی ہو رہی ہے"[1]

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ترجیحی بنیادوں پر اس چیز کا نوٹس لے اور عوام کے لیے ریلیف بازار کا قیام ممکن کرے۔ ورنہ گداگری بہت زیادہ خطرناک صورتحال اختیار کر سکتی ہے۔

---

1 ۔ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی / اسلام آباد، 9 جولائی 2003ء

فصل دوم:

گداگری کے اثرات

گذشتہ فصل میں گداگری کے اسباب کا تفصیلی مطالعہ کے نے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ گداگری کی بنیادی وجوہات میں ناخواندگی، بے روزگاری اور خراب ملکی پالیسیوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس کے دیگر اسباب میں معاشی، معاشرتی، جسمانی اور نفسیاتی اسباب بھی قابل ذکر ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے پر گداگری کی وجہ سے مرتب ہونے والے اثرات کا بھی بغور جائزہ لیا جائے تاکہ گداگری کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا احاطہ کیا جاسکے اور اسکے سدّباب کے لئے بہتر لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔ ذیل میں گداگری سے معاشرے پر ہونے والے اثرات کا ذکر ہے۔

1۔ غیرت و حمیت کا خاتمہ

2۔ سستی و کاہلی

3۔ کام کرنے کی صلاحیت برباد

4۔ ذہنی و جسمانی صلاحیتیں موقوف

5۔ گداگری میں ملوث افراد اخلاقی اور نفسیاتی جرائم میں مبتلائ

6۔ خالق حقیقی کے بجائے عوام الناس کو سہارا سمجھنا

7۔ دینی تعلیمات نظر انداز

8۔ عائلی نظام زندگی پر تباہ کن اثرات مرتب

9۔ معاشرتی جرائم کے فروغ کا باعث

10۔ ملکی نظام معیشت درہم برہم

حقیقت یہ ہے کہ گداگری ایک بہت بڑی لعنت ہے جو بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں تیزی سے پھیلتی چلی جارہی ہے۔ اب تو گداگری نے ایک پیشے کی صورت اختیار کرلی ہے۔ گداگری قوم کو اجتماعی طور پر بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ افراد پر بہت برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ غیرت اور حمیت کو ختم کردیتی ہے۔ محنت اور کام کرنے کی صلاحیت کو برباد کردیتی ہے۔ قوم کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو یکسر موقوف کردیتی ہے۔ قوم اور افراد میں سستی، کاہلی سہل پسندی اور مال و دولت کی ہوس کو بڑھادیتی ہے۔ اس میں مبتلا لوگ اخلاقی اور نفسیاتی جرائم کے عادی ہو جاتے ہیں۔ انسان گھٹیا اور رذیل عادات کا غلام ہوجاتا ہے انسانی رشتے اور اخلاقی اقدار پامال ہوجاتے ہیں انسان انسان کا

دست نگر ہو جاتا ہے اور اجتماعی طور پر انسان اور معاشرہ غیروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسکے اندر عزت وغیرت ختم ہو جاتی ہے۔ انسان خالق حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سہارا اور رازق سمجھ بیٹھتا ہے۔ اور اپنے خالق حقیقی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہمارے وطن عزیز کی ہر سڑک، ہر گلی اور ہر محلہ میں گداگروں کی ایک بڑی تعداد دیکھائی دیتی ہے۔ پاکستان کے ہر شہر میں تقریباً ہر اشارے، ہسپتال، سکول، کالج، یونیورسٹی، ہوٹل، آفس غرض یہ کہ بس اسٹینڈ وغیرہ پر بھکاریوں کی کثیر تعداد نظر آتی ہے۔ ظاہری طور پر یہ لوگ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اپنی بے بسی کی کہانیاں سنا کر لوگوں سے اللہ اور رسول کے نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کوئی پیشہ اتنی جلدی ترقی نہیں کر رہا جتنی جلدی گداگری کے شعبے نے کی۔ گداگری اسوقت ایک ملکی سطح کا مسئلہ بن چکا ہے۔

گزشتہ فصل میں ہم گداگری کے اسباب کے بارے میں بات کر چکے ہیں۔ اب ہم گداگری کی وجہ سے ہونے والے اثرات کو دیکھتے ہیں۔

"گداگری" کی وجہ سے نہ صرف ملک نظام معیشت بری طرح سے درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بلکہ ملک معاشرتی جرائم کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ خاندانی نظام زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ لوگ دینی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے لوگوں کو اپنا سہارا سمجھ لیتے ہیں۔ ذیل میں گداگری کے اثرات کا تفصیلی ذکر ہے۔

اسلام میں گداگری کی سخت ممانعت ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾[1]

ترجمہ: وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

مگر یہ گداگر بے دریغ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور اس کو اپنے لیے باعثِ عار نہیں سمجھتے۔ یہ بھکاری ان لوگوں کا بھی حق چھین لیتے ہیں جو حقیقتاً لاچار اور مسکین ہوتے ہیں۔ اس طرح دینِ اسلام کی غلط ترویج بھی ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ اللہ اور رسول کا واسطہ دے کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ جو کہ قطعی ناپسندیدہ رویہ ہے۔ پاکستانی اکثر حج، وعمرہ کے موقع پر بیت اللہ اور مسجدِ نبوی ﷺ کے باہر قطار در قطار بھیک مانگنے بیٹھ جاتے ہیں۔ جس کا اثر بحیثیتِ قوم ہم پر پڑتا ہے۔[2]

1۔ البقرۃ:2/273

2۔ محمد یاسمین صدیقی، نوائے وقت، 3 ستمبر، 2020ء

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے منع فرمایا اور سوال نہ کرنے والے کے لیے جنت کی ضمانت دی۔

((مَنْ تَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ))[1]

ترجمہ: کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں

دینی حمیت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے حاجت روی نہ کی جائے۔ مگر آج جس طرح بھکاری لپٹ چمٹ کر سوال کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ ہمارے دین میں ممنوع نہیں ہے۔ اور اس طرح دین اسلام کا غلط تصور لوگوں کے سامنے عیاں ہوتا ہے اور دوسری طرف کفرانِ نعمت کا بھی احساس اُجاگر ہوتا ہے۔ لوگ اللہ کی نعمتوں کو بروئے کار لا کر فائدہ اٹھانے کے بجائے کفرانِ نعمت کرتے ہیں اور انسانوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ﴾[2]

ترجمہ: اور اگر تم کفر کروگے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

ایسے لوگ جو تن آسان ہو جاتے ہیں۔ پھر کم چیز پر وہ قناعت نہیں کرسکتے اور اس کے نتیجے میں وہ زیادہ سے زیادہ کی ہوس میں لگ جاتے ہیں اور قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز ان کی اس ہوس کو پورا نہیں کرسکتی۔

گداگری کے اثرات میں ایک بہت بڑا اثر عائلی نظامِ زندگی پر مرتب ہوتا ہے۔ یہ خاندان کے خاندان اس پیشے سے منسلک ہو جاتے ہیں اور اسلام کا خاصہ "عائلی زندگی" کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ لوگ شروع ہی سے اپنے بچوں کو اٹھائے اٹھائے بھیک مانگتے ہیں۔ گویا یہ بھیک مانگنا ان کے خون میں شامل ہو جاتا ہے۔

یہ معاشرے میں ہونے والے جرائم کی بھی ایک بہت بڑی وجہ ہیں۔ یہ "گداگر" جرائم کے لیے ایک ایسا لبادہ ہیں جس کے ذریعے مجرم قانون و معاشرے دونوں کی نظروں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بھکاری جرائم پیشہ لوگوں کو ہر طرح کی مدد فراہم کرتے ہیں۔ یہ لوگ معذور بن جانے کے مشتاق ہوتے ہیں، گندے نالوں تک بھی اتر جانا ان کے لیے عام سی بات ہوتی ہے۔

1۔ السنن، ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶

2۔ سورۃ ابراہیم: 14/7

یہ حلیہ بدلنے کے بھی ماہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا جرم کر کے اپنے آپ کو انجان محسوس کرانا اور قانون و معاشرے کی نگاہوں سے بچ نکلنا ان کے لیے آسان ہوتا ہے۔[1]

گداگری کی آڑ میں یہ لوگ معاشرے میں ہر قسم کے جرائم کرتے ہیں جن میں اغوا، چوری، جسم فروشی، نشہ، جوا، جاسوسی، شرکیہ عقائد کا پھیلاؤ غرض تمام گناہوں کا مجموعہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

"گداگری کے نتیجے میں ملک معاشی طور پر کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ علم معاشیات کی اصطلاح "مجموعی قومی پیداوار" ہے۔ اس کا مطلب وہ تمام اشیاء کی ایک مخصوص تعداد جو قوم ایک خاص افراد کا طبقہ ایک سال میں پیدا کرتی ہے اور دوسری مخصوص تعداد حصہ نہیں لیتی اور یہ دوسری مخصوص تعداد "انحصاری" کہلاتے ہیں۔ علمِ معاشیات کے مطابق یہ "انحصاری" لوگ جو بغیر کسی معقول وجہ کے حصہ نہیں ڈالتے یہ "گداگر" ہیں۔"[2]

کیوں کہ گداگر" اپنی ذاتی محنت کر کے مل کر پیداوار میں حصہ نہیں ڈال رہے ہوتے بلکہ ان لوگوں پر منحصر ہوتے ہیں جن نے ملکی پیداوار میں اپنی محنت کے ذریعے حصہ ڈالا ہوتا ہے۔ اس طرح معاشی و معاشرتی طور پر گداگری کی وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں۔ گداگری کے اثرات بہت ہی برے ہیں۔ جو معاشرے کو پستی و ذلت کا شکار کرتی ہے۔ اس سے عزتِ نفس اور محنت کی عظمت کے تمام خیالات و نظریات بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ گداگر چوں کہ اپنی ظاہری حالت خراب رکھتے ہیں اس لیے صفائی ستھرائی کا بھی اہتمام نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے وہ خطرناک بیماریوں کا شکار ہو کر اپنے آس پاس بسنے والے لوگوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق پاکستان کے سات بڑے شہروں میں کل آبادی کا 0.5 فی صد افراد جب کہ کراچی میں ہر 100 میں سے ایک فرد نے رضاکارانہ طور پر تسلیم کیا کہ وہ باقاعدہ گداگری کے پیشے منسلک ہے۔ سروے میں اس بات کا خدشہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔ سروے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھکاریوں میں تقریباً نصف تعداد مردوں کی جب کہ چھوٹے بچوں اور عورتوں کی تعداد برابر اہے۔"[3]

1۔ گداگری، امِ عبد امنیب، ص:30

2۔ گداگری اور اسلام، ضیاء الدین زعفران، 21 مئی 2019

3۔ پاکستان میں گداگری کا بڑھتا ہوا طوفان، آفتاب احمد، 22/10/2021

گداگری ایک منافع بخش کاروبار کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ گداگری کے نتیجے میں مرتب ہونے والے برے اثرات کو دیکھتے ہوئے حکومت وقت اس بات کا خاص اہتمام کرے کہ ان عوامل کو دور کیا جائے جو گداگری کا باعث بنتے ہیں اور حقیقی معنوں میں معاشرے کو گداگری سے پاک کیا جائے۔

جوں جوں ان گداگروں کی تعداد میں اضافہ ہو گا ملکی معیشت پر برے اثرات مرتب ہوں گے اور ملک کبھی بھی معاشی طور پر مستحکم نہ ہو پائے گا۔

گداگری کے اثرات انسانی ذہن پر بھی بہت بری طرح مرتب ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی طور پر بھی انسان کو احساسِ غربت میں مبتلا کرتی ہے اور انسان کو دستِ سوال دراز کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس کی گرفت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ اس کی جکڑ میں آنے والا انسان آسانی سے فرار نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کو ہڈ حرام، تن آسان اور آرام پسند بناتی ہے۔ یہ اخلاقی اقدار، مذہبی احکامات اور معاشرتی روایات کو روند ڈالتی ہے۔

پاکستان میں گداگری کا پیشہ ایک مافیا میں بدل چکا ہے۔ ایک پورا نیٹ ورک ان کے پیچھے کام کر رہا ہے اور یہ کام پوری پلاننگ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس نیٹ ورک کے لوگ اپنے بندے مختلف مقامات پر کھڑے کرتے ہیں اور بھیک منگواتے ہیں۔ ہر بھکاری کی جگہ اور وقت متعین ہوتا ہے۔

پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت بھی گداگری کے فروغ کا ایک بہت بڑا باعث ہے۔ مہنگائی کا بڑھنا اور لوگوں کا بے روزگار ہونا، یہ دو عوامل مل کر معاشرے میں گداگری کے اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

فصل سوم:

سوال کرنے کا دائرہ کار

گداگر اللہ اور رسول ﷺ اور دین اسلام کے نام پر اس گداگری کی معاشرے میں ترویج کر رہے ہیں۔ دین اسلام ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ اور زندگی کے ہر معاملے پر بڑی وضاحت کے ساتھ ہماری رہنمائی بھی کرتا ہے۔ جب بات گداگری کی ہو تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿لا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾[1]

ترجمہ: وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

آج ہم اپنے گردونواح کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ موجودہ دور میں اکثر لوگ حقیقی اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہیں۔ جن کے پاس کچھ علم ہے تو وہ محض عبادات ہی کی حد تک محدود ہے۔ اور جو علماء کرام ہیں۔ وہ بھی معاشرے میں موجود ایسے قبیح افعال کی طرف سے بے پرواہ سے نظر آتے ہیں۔ کوئی بھی عملی طور پر ان بھکاریوں کی تربیت کی کوشش نہیں کرتا کہ ہمارے دین لوگوں سے سوال کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی قطعی الفاظ میں گداگری کی مذمت کی اور فرمایا۔

"جو لوگ گداگری اور بھیک کو پیشہ بنالیتے ہیں روز قیامت وہ اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے چہرے پر گوشت نہیں ہو گا"[2]

دین اسلام گداگری کے برعکس کسب حلال کی ترغیب دیتا ہے اور محنت سے حاصل کی ہوئی کمائی کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے اللہ اب العزت نے انسان کو نہ صرف تخلیق فرمایا بلکہ اسکے لئے اسکی تمام ضروریات کا بندوبست بھی فرمایا۔ اسکے بعد اللہ نے انسان کو یہ بھی بتادیا کہ وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے رہے۔ اور کسی دوسرے انسان کے لئے باعث ضرر نہ بنے۔ اور زمین میں رہتے ہوئے اللہ کے احکامات کے تابعہ رہے۔ اللہ نے ناجائز ذرائع اور سہل پسندی سے رزق کی کمائی انسان پر حرام کی اور محنت کرکے حلال ذرائع سے کمائے ہوئے رزق کو اسکے لئے پسند فرمایا۔ اور کسبِ حلال وہ رزق ہے جو محنت ومزدوری جدوجہد، سعی وکاوش، دوڑدھوپ اور عرق ریزی سے حاصل ہوتا ہے۔

1۔ البقرۃ:273

2۔ بخاری، کتاب الزکوۃ:1421

اسلام نے اسی حوالے سے کچھ ضابطہ اور اصول مقرر کئے ہیں۔ تاکہ رزق کے حصول میں کوئی ایسی صورت نہ ہو کہ وہ حیوانوں سے مشابہ ہو جائے یعنی انسان کے لئے اللہ نے جہد و سعی کر کے رزق کے حصول کو پاکیزہ کر دیا۔ جبکہ حیوانوں کی جبلت میں ہتھیانا ہے۔ اور ان میں جو طاقت ور ہے وہ کمزور پر حاوی ہو کر اسکے حصے کا بھی لے لیتا ہے اسلام کسبِ حلال کو عین ایمان کہتا ہے۔ اور اسکے لئے جس قدر زور اسلام نے دیا ہے۔ دنیا کے کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

﴿وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً﴾[1]

ترجمہ: اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ"

احادیث مبارکہ میں بھی رسول ﷺ نے کسب حلال کی بہت ترغیب دی ہے اور کسب حلال کو ہی انسانوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((إنَّ أطيَبَ ما أكَلَ الرَّجلُ مِن كَسْبِهِ))[2]

ترجمہ: "سب سے پاکیزہ چیز جو آدمی کھاتا ہے۔ وہ اسکی اپنی (جائز) کمائی کا ہے"

درج بالا حدیث مبارکہ اور آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام کسی بھی صورت سہل پسندی اور کاہلی کو پسند نہیں کرتا، اور اسی لئے گداگری یعنی سوال کرنے کے حوالے سے بھی اسلامی تعلیمات بالکل دوٹوک ہیں۔ اور اسلام سختی سے سوال کی ممانعت کرتا ہے اور کسب حلال کی ترویج کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عن الزبير بن العوام عنها عن النبى قال لان ياخذ احدكم حبله فياتى بحزم الحطب على ظهره فيبعها فيكف الله بها و جهه خير له من ان يسال الناس اعطوه او منعوه))
(3)

ترجمہ: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں کوئی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گھٹا اٹھالائے اور اسے فروخت کرے۔ جسکے باعث اللہ اسکی

1۔ المائدۃ:5/88

2۔ ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب: الحث علی المکاسب، حدیث نمبر: 2137، الجز الثانی، داراحیاء التراث العربی

3۔ البخاری، کتاب الزکاۃ، باب: "الاستعفاف عن المسالۃ"، ص: 535

آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے تو کوئی اسے دے اور کوئی نہ دے"

اسلام کی واضح تعلیمات ہمیشہ سے ہی گداگری کے جیسے فعل کی مذمت کرتی ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں توکل کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ ذیل میں ہم توکل کے متعلق حقیقی اسلامی تعلمات کے بارے میں جانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ کسطرح توکل کو صوفیائے کرام نے پیش کیا اور پھر بعد میں آنے والے افراد نے اس توکل پر گداگری کا خول چڑھا دیا اور اس قبیح فعل گداگری کو اپنے لئے جائز کر لیا۔ توکل دراصل عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اسکے معنی کسی کام یا معاملے کو کسی کے سپرد کرنے کے ہیں یا یہ کہ کسی پر مکمل اعتماد کیا جائے توکل کی اجمالی تعریف یوں ہے کہ اسباب و تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے فقط اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے، اور تمام کاموں کو اسکے سپرد کر دیا جائے امام غزالی توکل کی تعریف بیان کرتے ہیں جسکا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ "توکل دراصل علم" کیفیت اور عمل تینوں چیزوں کے مجموعے کا نام ہے یعنی بندہ جب اس بات کو جان لے کہ فاعل حقیقی صرف اللہ ہے تمام مخلوق، موت وزندگی، تندرستی ومالداری، ہر شے کو وہ اکیلا ہی پیدا فرمانے والا ہے بندوں کے کام سنوارنے پر اسے مکمل علم و قدرت ہے اسکا لطف و کرم تمام بندوں پر اجتماعی اعتبار سے اور ہر بندے پر انفرادی اعتبار سے ہے۔ اسکی قدرت سے بڑھ کر کوئی قدرت نہیں۔ اسکے علم سے زیادہ کسی کا علم نہیں۔ اسکا لطف و کرم و مہربانی بے حساب ہے اس علم کے نتیجے میں بندے پر یقین کی ایسی کیفیت طاری ہو گی کہ وہ ایک اللہ عزوجل پر ہی بھروسہ کرے گا کسی دوسرے کی جانب متوجہ نہ ہو گا۔ اپنی طاقت و قوت اور ذات کی جانب توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کی قوت فقط اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس علم ویقین اس سے پیدا ہونے والی کیفیت اور اسکے نتیجے میں حاصل ہونے والے بھروسے کی مجموعی کیفیت کا نام "توکل" ہے۔[1]

قرآن حکیم میں اللہ کا ارشاد ہے۔

﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾[2]

ترجمہ: مومن تو صرف اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

1۔ dawatislami.net/islamicportal/ur/farzuloom/tawakkull

2۔ التغابن:64/13

"حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ نے فرمایا باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو"[1]

اگر مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیث پر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ توکل کا حقیقی معنی اپنی سی کوشش کرکے معاملات کو اللہ کے سپرد کرنا ہے۔

اسکی ایک بہت ہی پیاری مثال حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری سے نجات کی دعاء، اور اللہ کا حضرت ایوب کو پیر زمین پر مارنے کا حکم ہے بظاہر کئی سالوں کی بیماری کا علاج زمین پر پیر مارنے سے ہی حاصل ہو گیا۔ مگر درحقیقت یہ زمین پر پیر مارنا ایک کمزور سبب کو اختیار کرنا تھا۔ جسکے ذریعے اللہ نے زمین سے چشمہ جاری فرما دیا۔ اور اس پانی سے غسل کرنے پر آپ کی بیماری جاتی رہی۔ صوفیائے کرام اور عام درویشوں کے بارے میں عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انکے خیال میں بھیک مانگنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ عمل انکی ریاضتوں کا حصہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ نقطہ نظر ٹھیک نہیں ہے۔ بہت سے صوفی بزرگ ایسے بھی ہیں جنوں نے اسکی سختی سے ممانعت کی ہے۔

- انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا کے مطابق بغداد میں دسویں صدی عیسویں میں گزرنے والے معروف صوفی شہاب الدین سہروردی نے اپنی تحریروں میں بھیک مانگنے یا امداد طلب کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ وہ صوفی جسے حقیقتوں کا ادراک ہو جائے وہ کسی بھی شخص سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔
- اسی طرح ایک صوفی بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری نے مختلف قرآنی آیات کی روشنی میں بھیک مانگنے کے عمل کو خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو سختی سے حرام قرار دیا ہے۔
- انہی بزرگوں نے اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے کہ بغداد میں بہت سے اسے بھی شیخ گزرے ہیں جنکی پوری زندگی ہی صدقہ و خیرات کے سہارے بسر ہوئی تاہم انہوں نے اسکی ممانعت کی ہے۔
- ابو نجیب سہروردی اور حضرت علی ہجوہری نے اپنی کتابوں میں بغداد میں گزرنے والے صوفی بزرگوں ابو سعید غرار اور ابراھیم بن ادھم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب بھی ان پر بھوک پیاس نے غلبہ پایا انہوں نے دوسروں سے مانگ کر کھایا۔
- چنانچہ علی ہجوہری کے نزدیک انکا یہ عمل قابل اعتراض ہرگز نہیں کیونکہ اگر وہ کسی اور ذریعہ سے خوراک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو انکی توجہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتی۔

---

1 ۔ ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ

- تاہم ان افراد نے یہ واضح کیا کہ کسی سے سوال کرنے کی صورت میں صرف اس قدر کھانے پینے کا سامان لیا جائے جو سانسوں کی ڈور ٹوٹنے نہ دیے۔
- ان صوفی بزرگوں نے اپنی تعلیم میں دس فقیروں کو بھی یہ تربیت دی انہیں چاہیے کہ وہ جس سے امداد طلب کریں انہیں خدا کی طرف سے مقرر کردہ وکیل تصور کریں۔ جسکے ذریعے خدا نے انکو رزق پہنچانے کا بندوبست کیا ہے۔
- ایران میں گداگری کے پیشے نے منگول حکمران کے زوال کے بعد زور پکڑا اسوقت اس خطے کی صورتحال کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں تحریر کیا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد ہر روز ایسے فقیر بکثرت دیکھے جاسکتے ہیں جو بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں اس دور کے درویش اپنے ہاتھ میں کشکول لازمی پکڑے ہوتے ہیں اسی لئے درویشوں اور پروفیشنل بھکاریوں کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہے ایران میں ایسے درویش سلسلہ خاکسار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بیسویں صدی تک ان فقیروں کو با آسانی ایران میں دیکھا گیا ہے۔
- فقیروں کا یہی سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ ان خطوں میں بھی پھیل گیا۔ جو آنے والے وقتوں میں پاکستان ہندوستان اور افغانستان قرار پائے، ابتدا میں انہوں نے خود کو مسافر قرار دیتے ہوئے عوام سے ہمدردیاں حاصل کیں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ معاشرے میں بطور گداگر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئے۔[1]

"خواجہ عبد اللہ انصاری نے فرمایا کہ صوفی مانگنے کو عادت نہیں بناتے"[2]

شہاب الدین سہروردی کے مطابق بھی صوفی دوسروں سے کچھ نہیں مانگتے۔

گداگری در حقیقت اللہ کے بجائے اسکے بندے کے سامنے اپنی ضروریات پیش کرنا ہے۔ اس لئے صوفی اپنے محسن کو اللہ کا ایجنٹ سمجھتے ہیں۔ جو اسکے فضل سے انکی مدد کرتا ہے۔

ہجویری گداگری کے کچھ آداب بیان کرتے ہیں۔

---

1 ۔ اردو پوائینٹ لاہور، مقالہ: صوفی ادب اور تصور فقیری، ذبیح اللہ بلگن، تاریخ اشاعت 2015-09-29

2 ۔ کشف الاسرار وعدات الابرار، علی اصغر حکم، تہران، 1982ء، ص:46-745

وہ عورتوں اور تاجروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ گویا ضرورت کے وقت گداگری کی اجازت ہے اسکی مثال خود رسول اللہ ﷺ کی ذات بھی ہے۔ کہ آپ نے دوسروں کے لئے خیرات مانگی۔ مگر عادتاً گداگری کی مذمت کی [1]

جنید نے ایک سال گداگری کی ہے تاکہ آدمی کے نکمے پن کا احساس ہو سکے [2]

ابن بطوطہ نے بیان کیا کہ:

فقراء دوپہر کی عبادت کے بعد روزانہ روٹی مانگنے کے لئے جاتے۔ عام طور پر یہ درویش با قلندر رتھے جو گداگری میں زیادہ نمایاں تھے اور انکے اوزار میں کشکول لازمی جز تھا وہ امیروں کے گھروں کے سامنے بیٹھ جاتے۔ انہیں اپنی بلند آوازوں سے ہراساں کرتے یہاں تک کے انہیں خیرات مل جاتی۔ [3]

ابن بطوطہ کے اس بیان سے گداگری کے بارے میں تبدیلی خیال کی وضاحت ہوتی ہے۔ ابتداء گداگری کو صوفیائے کرام نے صرف اور صرف سخت ضرورت کے لئے ہی جائز قرار دیا مگر بعد میں آنے والے وقتوں میں فقراء نے اپنی حرکات وسکنات میں تبدیلی لاکر "گداگری" کو ایک نیا روپ دے دیا اب اس نئے روپ میں گداگر امیروں کے گھروں کے سامنے بیٹھ جاتے اور انہیں بلند و بالا آوازوں میں ہراساں کرتے جسکے باعث وہ ان فقیروں کو نوازتے۔

اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا صورتحال اسلامی قوانین سے تصادم کرتی ہے کیونکہ یوں تو ایک زبردستی کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ اسطرح تصادم کی یہ کیفیت دین اسلام کے اصولوں کی غلط ترویج کا باعث بنتی ہے۔

اگر ہم اپنے ملک میں موجود بھکاریوں کی بات کریں تو ان میں تین سطح کے لوگ شامل ہیں۔

- بہت سے افراد حقیقتاً ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے بھیک مانگتے ہیں۔ انکی پوزیشن واقعی ایسی ہوتی ہے کہ جسمانی معذوری یا روزگار کے مواقع میسر نہ آنے کی وجہ سے انکے پاس اسکے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوتا کہ وہ بھیک مانگ کر اور ہاتھ پھیلا کر ہی اپنی زندگی گزار سکیں۔

---

1 ۔ آداب المریدین، ابو نجیب ضیائ الدین سہروردی، اشاعت این ایم ہیراوی، تہران، 1984ء، ص:60-159

2 ۔ تذکراۃ الاولیاء فرید الدین عطار، اشاعت سوئم، تہران، 1981ء، ص:616

3 ۔A year amongst the Persians, E.G.Browne, Third edition, London, 1959, pp:55-61

- دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو عادت، شوق یا کام چوری کی وجہ سے بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں مبینہ طور پر ایسے بہت سے افراد موجود ہیں جنکی تجوریاں اور بینک بیلنس میں لاکھوں روپے موجود ہوتے ہیں لیکن اسکے باوجود وہ سڑکوں پر بھیک مانگتے دیکھائی دیتے ہیں۔
- تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہیں باقاعدہ بھکاری بنایا جاتا ہے۔ ان میں نہ صرف بھیک بلکہ دیگر جرائم میں ملوث افراد بھی شامل ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بچوں کو اغواء کرکے اور انکو معذور کرکے ان سے بھیک منگواتے ہیں۔ یہ ایک منظم گروہ کی صورت میں کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھیک منگواتے ہیں۔ اور اپنا حصہ یعنی بھتہ وصول کرتے ہیں۔

ان تمام اقسام کے بھکاری ہمیں جگہ جگہ اپنے معاشرے میں دیکھائی دیتے ہیں۔ اور عوام انکی بری حالت کو دیکھ کر ان پر ترس کھاتے ہوئے انکو بھیک دیتی ہے یہ لوگوں کو دین اللہ اور رسول اللہ کے نام پر بلیک میل کرتے ہیں۔ اور ان سے پیسہ بٹورتے ہیں۔ اسطرح نہ صرف معاشرے کو معاشی طور پر نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ ہمارے دینِ اسلام کی بھی نہایت غلط تصویر لوگوں کے سامنے آتی ہے۔ دین اسلام امن و آتشی اور محبت و خلوص کا دین ہے۔ یہ رحم دلی کی تاکید کرتا ہے اور سخت دلی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اسی بات کا فائدہ اکثر یہ گداگر طبقہ اٹھاتا ہے۔ اور عوام الناس کو اللہ اور رسول اللہ کا واسطہ، جنت کی دعائیں اور نہ دینے کی صورت میں خوفزدہ کرکے بھیک لیتے ہیں۔ ان چیزوں میں ایک عنصر آج ہمارا دین اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور ہونا بھی ہے۔ جسکی وجہ سے ہم امداد کرنے کا حقیقی تصور بھول گئے ظاہری حالتوں اور چند جزباتی باتوں میں آکر لپٹ لپٹ کر سوال کرنے والوں کی مدد میں لگ گئے۔ اور اسطرح ہم خود بھی اس گداگری کو ایک پیشہ کی صورت میں لانے کے ذمہ دار ہوگئے ہیں۔ دین اسلام امداد باہمی کی تعلیم ضرور دیتا ہے مگر اسکے ساتھ ساتھ خودداری اور کسبِ حلال کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب ایک بار دوبارہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دہرائیں اسکے مطابق اپنے معاشرتی نظام کو چلائیں۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل، دماغ اور تمام اعضاء یکساں عطا کیے ہیں۔ تا کہ وہ دنیوی زندگی میں اپنے لیے باعزت معاش کے حصول اور صالح کردار کو اپنانے کے لیے دوڑ دھوپ کر سکے۔ اگرچہ بعد کے نتائج اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ مگر اللہ نے انسان کو صحیح وغلط کا فرق بتایا۔ اور پھر مکمل انسان بنا کر عقل وشعور بھی عطا فرمائے اسکے بعد اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جسکی اس نے کوشش کی

اس باب میں گداگری کے اسباب اور اثرات کا بغور مطالعہ کیا گیا ہے تا کہ ان اسباب کی روک تھام کے لئے مکمل لائحہ عمل بنایا جاسکے اور ملک کو گداگری سے پاک کیا جاسکے۔

گداگری بہت قبیح فعل ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں معاشی و معاشرتی اور ذہنی وجسمانی اسباب ووجوہات قابل ذکر ہیں۔

1۔ موروثی پیشہ

2۔ ناخواندگی

3۔ غربت

4۔ حکومتی ناقص پالیسیاں

5۔ ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی

6۔ مہنگائی

گداگری کے اسباب کا مطالعہ کےنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ گداگری کی بنیادی وجوہات میں ناخواندگی، بے روزگاری اور خراب ملکی پالیسیوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس کے دیگر اسباب میں معاشی، معاشرتی، جسمانی اور نفسیاتی اسباب بھی قابل ذکر ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے پر گداگری کی وجہ سے مرتب ہونے والے اثرات کا بھی بغور جائزہ لیا جائے تا کہ گداگری کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا احاطہ کیا جاسکے اور اسکے سدّباب کے لئے بہتر لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔ ذیل میں گداگری سے معاشرے پر ہونے والے اثرات کا ذکر ہے۔

1۔ غیرت وحمیت کا خاتمہ

2۔ سستی وکاہلی

3۔ کام کرنے کی صلاحیت برباد

4۔ ذہنی و جسمانی صلاحیتیں موقوف

5۔ گداگری میں ملوث افراد اخلاقی اور نفسیاتی جرائم میں مبتلائ

6۔ خالق حقیقی کے بجائے عوام الناس کو سہارا سمجھنا

7۔ دینی تعلیمات نظر انداز

8۔ عائلی نظام زندگی پر تباہ کن اثرات مرتب

9۔ معاشرتی جرائم کے فروغ کا باعث

10۔ ملکی نظام معیشت درہم برہم

گداگر اللہ اور رسول ﷺ اور دین اسلام کے نام پر اس گداگری کی معاشرے میں ترویج کر رہے ہیں۔ دین اسلام ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ اور زندگی کے ہر معاملے پر بڑی وضاحت کے ساتھ ہماری رہنمائی بھی کرتا ہے۔ جب بات گداگری کی ہو تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

ترجمہ: وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی قطعی الفاظ میں گداگری کی مذمت کی اور فرمایا۔

"جو لوگ گداگری اور بھیک کو پیشہ بنا لیتے ہیں روز قیامت وہ اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے چہرے پر گوشت نہیں ہو گا"

اسلام کی واضح تعلیمات ہمیشہ سے ہی گداگری کے جیسے فعل کی مذمت کرتی ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں توکل کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ ذیل میں ہم توکل کے متعلق حقیقی اسلامی تعلمات کے بارے میں جانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ کسطرح توکل کو صوفیائے کرام نے پیش کیا اور پھر بعد میں آنے والے افراد نے اس توکل پر گداگری کا خول چڑھا دیا اور اس قبیح فعل گداگری کو اپنے لئے جائز کر لیا۔

امام غزالی توکل کی تعریف بیان کرتے ہیں جسکا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ "توکل دراصل علم" کیفیت اور عمل تینوں چیزوں کے مجموعے کا نام ہے یعنی بندہ جب اس بات کو جان لے کہ فاعل حقیقی صرف اللہ ہے تمام مخلوق، موت و زندگی، تندرستی و مالداری، ہر شے کو وہ اکیلا ہی پیدا فرمانے والا ہے بندوں کے کام سنوارنے پر اسے مکمل علم و قدرت ہے اسکا لطف و کرم تمام بندوں پر اجتماعی اعتبار سے اور ہر بندے پر انفرادی اعتبار سے ہے۔ اسکی قدرت سے بڑھ کر کوئی قدرت نہیں۔ اسکے علم سے زیادہ کسی کا علم نہیں۔ اسکا لطف و کرم و مہربانی بے حساب ہے اس علم کے نتیجے میں بندے پر یقین کی ایسی کیفیت طاری ہو گی کہ وہ ایک اللہ عزوجل پر ہی بھروسہ کرے گا کسی دوسرے کی جانب متوجہ نہ ہو گا۔ اپنی طاقت و

قوت اور ذات کی جانب توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کی قوت فقط اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس علم ویقین اس سے پیدا ہونے والی کیفیت اور اسکے نتیجے میں حاصل ہونے والے بھروسے کی مجموعی کیفیت کا نام "توکل" ہے۔

- ایران میں گداگری کے پیشے نے منگول حکمران کے زوال کے بعد زور پکڑا اسوقت اس خطے کی صورتحال کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں تحریر کیا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد ہر روز ایسے فقیر بکثرت دیکھے جاسکتے ہیں جو بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں اس دور کے درویش اپنے ہاتھ میں کشکول لازمی پکڑے ہوتے ہیں اسی لئے درویشوں اور پروفیشنل بھکاریوں کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہے ایران میں ایسے درویش سلسلہ خاکسار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بیسویں صدی تک ان فقیروں کو باآسانی ایران میں دیکھا گیا ہے۔
- فقیروں کا یہی سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ ان خطوں میں بھی پھیل گیا۔ جو آنے والے وقتوں میں پاکستان ہندوستان اور افغانستان قرار پائے، ابتدا میں انہوں نے خود کو مسافر قرار دیتے ہوئے عوام سے ہمدردیاں حاصل کیں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ معاشرے میں بطور گداگر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

آج ہم اپنے گردونواح کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ موجودہ دور میں اکثر لوگ حقیقی اسلامی تعلیمات سے نا آشناء ہیں۔ جن کے پاس کچھ علم ہے تو وہ محض عبادات ہی کی حد تک محدود ہے۔ اور جو علماء کرام ہیں۔ وہ بھی معاشرے میں موجود ایسے قبیح افعال کی طرف سے بے پرواہ سے نظر آتے ہیں۔ کوئی بھی عملی طور پر ان بھکاریوں کی تربیت کی کوشش نہیں کرتا کہ ہمارے دین لوگوں سے سوال کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ دین اسلام امن وآتشی اور محبت وخلوص کا دین ہے۔ یہ رحم دلی کی تاکید کرتا ہے اور سخت دلی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اسی بات کا فائدہ اکثر یہ گداگر طبقہ اٹھاتا ہے۔ اور عوام الناس کو اللہ اور رسول اللہ کا واسطہ، جنت کی دعائیں اور نہ دینے کی صورت میں خوفزدہ کرکے بھیک لیتے ہیں۔ ان چیزوں میں ایک عنصر آج ہمارا دین اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور ہونا بھی ہے۔ جسکی وجہ سے ہم امداد کرنے کا حقیقی تصور بھول گئے ظاہری حالتوں اور چند جزباتی باتوں میں آکر لپٹ لپٹ کر سوال کرنے والوں کی مدد میں لگ گئے۔ اور اسطرح ہم خود بھی اس گداگری کو ایک پیشہ کی صورت میں لانے کے ذمہ دار ہوگئے ہیں۔ دین اسلام امداد باہمی کی تعلیم ضرور دیتا ہے مگر اسکے ساتھ ساتھ خودداری اور کسبِ حلال کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب ایک بار دوبارہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دہرائیں اسکے مطابق اپنے معاشرتی نظام کو چلائیں۔

باب سوم: سیرت طیبہ کی روشنی میں گداگری کا سدباب

فصل اوّل: کسب حلال کی ترغیب

فصل دوم: کفالت عامہ

فصل سوم: گداگری کا سدباب اور تعلیمات نبوی

فصل اوّل:

کسبِ حلال کی ترغیب

کسبِ حلال کے حصول پر تاکید جس قدر اسلام میں ہے دیگر کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔

اللہ نے حلال و جائز رزق کمانے کا حکم دیا ہے۔

﴿وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلٰلاً طَيِّباً وَ اتَّقُواا اللهَ الَّذِى انتم بِه مؤمنون﴾[1]

ترجمہ: اور اللہ کے دیے ہوئے رزق سے حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

آیتِ مبارکہ میں مؤمنین سے خطاب ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطاکردہ نعمتوں میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں استعمال کرو۔ رزق حلال کی جستجو کرو اور رب ذوالجلال کے قہر و غضب اور ناراضگی سے ڈرتے رہو کیوں کہ یہ اہلِ ایمان کی نشانی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے کسی فعل سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوں۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا:

﴿يَااَيُّهَاالنَّاس كُلُوا مِمَّا فِى الاَرضِ حَلٰلاً طَيِّباً وَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ﴾[2]

ترجمہ: اے لوگوں زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو طیب ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

مذکورہ قرآنی آیات میں حکمِ عام ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ نعمتوں میں سے صرف وہی چیزیں کھائے جو پاک، طیب اور حلال ہوں۔ یعنی درست، صحیح اور جائز ذرائع سے رزق حاصل کرے، یہی اس کے لیے بہتر ہے کیوں کہ ناجائز غلط اور حرام ذرائع سے حاصل کیا ہوا رزق بھی یقیناً حرام اور ناجائز ہوگا۔ ناروا طریق پر جو دولت حاصل کی جائے گی اس کے نہ صرف استعمال سے، اس غلط کام کی حوصلہ افزای ہوگی جو کہ ناجائز ذریعہ ہے بلکہ اس کے ثمرات بھی اس نوع کے ہوں گے۔ اسی طرح آیت کے دوسرے حصے میں شیطانی طور طریقوں کی سخت مذمت بیان کی گی ہے اور ان سے رُک جانے کا قطعی حکم صراحت کے ساتھ دیا گیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

1۔ المائدۃ:88:5

2۔ البقرۃ:168:2

﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلٰلاً طَيِّباً وَاشكُرُوا نِعمَتَ اللهِ اِن كُنتُم اِيَّاهُ تَعبُدُونَ﴾[1]

ترجمہ: تو (اے مسلمانو) اللہ کے دیے ہوئے حلال طیب رزق سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر و کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

آیتِ مبارکہ میں رزق حلال کے استعمال کی تلقین کے بعد، اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہو تب یہ امر تم پر لازم ہے۔ مؤمنین سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہو، اسی کے سامنے سر بہ تسلیم خم کرتے ہو تو اس رب کائنات کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر تحدیثِ نعمت کے طور پر کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شکر گزار بندے بے حد پسند و محبوب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کسبِ حلال کی تبلیغ و تلقین فرمائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ "محنت میں عظمت" کا احساس مبارکہ بھی ودیعت فرمایا ہے کہ محنت کرنے میں قطعاً کوئی عار یا رکاوٹ نہیں۔ اسی طرح سوال کرنے کی ممانعت بھی صراحت و ضاحت کے ساتھ بیان فرمادی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

((إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه))[2]

ترجمہ: سب سے پاکیزہ چیز جو آدمی کھاتا ہے، وہ اس کی اپنی (جائز) کمائی کا ہے۔

اسی مفہوم کی مزید یوں وضاحت فرمائی گئی ہے:

((مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))[3]

ترجمہ: آدمی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بڑھ کر کوئی پاکیزہ چیز نہیں کمائی۔

جملہ انبیاء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کسب کیا، یوں ان کی امتوں کے لیے یہ سنتِ مبارکہ بھی ٹھہری اور تعلیماتِ انبیاء بھی۔ خود آپ ﷺ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمائی کہ اپنے ہاتھوں سے محنت شاقہ کے بعد حاصل کیا ہوا رزق حلال طیب و اعلیٰ ہے۔

1۔ النحل: 114:16

2۔ ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب: الحث علی المکاسب، حدیث نمبر: 2137، الجزالثانی، دار احیاء التراث العربی

3۔ ایضاً حدیث نمبر: 2138

احادیث مبارکہ میں بھی گداگری کی حد درجہ مذمت کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خود ہاتھ سے کمائی کرنے والے کو بہت پسند فرمایا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے کسب حلال کے لیے بے حد زور دیا اور اس کی قدر و اہمیت آپ کے ارشادات سے بالکل واضح ہے:

((لان یاخذ احدکم حبله، فیاتی بحزمة الحطب علی ظهره فیبیعها، فیکف الله بها وجهه، خیر له من ان یسال الناس اعطوه او منعوه))[1]

ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لائے اور اسے فروخت کرے جس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کی آبرو کو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے تو کوئی اسے دے اور کوئی نہ دے۔

ایک دوسری حدیث میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

((إن اللهَ يحبُّ الحييَّ الحليمَ العفيفَ ويبغضُ الفاحشَ البذيءَ السائلَ المُلحِفَ))(2)

ترجمہ: بے شک اللہ زندہ حوصلہ والے اور پاک دامن کو محبوب رکھتا ہے پریشان حال سائل اور حد سے زیادہ گڑگرانے والے بغض رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں احادیث میں سے پہلی میں اللہ کے نبی ﷺ نے کسب حال کی ترغیب دی اور اسے پسند فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں اللہ کے نبیؐ نے سوال کرنے والے سے اللہ کے بغض یعنی سخت ناراضگی کا ذکر فرمایا ہے۔ آج موجودہ صورتحال میں ہمارے معاشرے میں گداگری کا جو رواج عام ہو چکا ہے یہ بے حد برا فعل ہے۔ اس میں مبتلا افراد سماج کے لیے ایک بری مثال ہیں۔

سنن ابی داود میں ایک جامع حدیث پاک مذکور ہوئی ہے۔ جو یوں ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلاً، مِنَ الأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَسْأَلُهُ فَقَالَ " أَمَا فِي بَيْتِكَ شَىْءٌ ". قَالَ بَلَى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ . قَالَ" ائْتِنِي بِهِمَا ". فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ وَقَالَ" مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ ". قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ . قَالَ" مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ ". مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ . فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَأَعْطَاهُمَا الأَنْصَارِيَّ " اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالآخَرِ قَدُومًا فَأْتِنِي بِهِ ". فَأَتَاهُ

---

1 ۔ البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ص:535

2 ۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی کتاب البیوع، باب البر، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، سعودیہ عربیۃ

بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عُودًا بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ " اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلاَ أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا " . فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لاَ تَصْلُحُ إِلاَّ لِثَلاَثَةٍ لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ " [1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا(آپ ﷺ) نے فرمایا" کیا تمھارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ عرض گزار ہوئے کیوں نہیں، ایک کمبل جسکا کچھ ہم اوڑھتے اور کچھ ہم بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔(آپ ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: دونوں چیزیں لے آو

راوی کا بیان ہے کہ وہ دونوں چیزیں لے آئے پس رسول ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا۔ ان دونوں کو کون خرید تا ہے۔؟ ایک آدمی بولا میں ان دونوں کو میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا کہ ایک درہم سے کون زیادہ دیتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ میں ان دونوں کو میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دو درہم لے لیے۔ وہ دونوں درہم انصاری کو دے کر فرمایا۔ ان میں سے ایک کا اناج خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے

درہم کی کلہاڑی میرے پاس لے آو" پس وہ لے آیا تو رسول ﷺ نے اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا۔ پھر اس سے فرمایا کہ "لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ روز میں تمہیں نہ دیکھوں۔ وہ آدمی گیا لکڑیاں کاٹتا اور بیچتا رہا۔ وہ حاضر ہوا (دوبارہ) تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ بعض کا اناج خرید لیا اور بعض کا کپڑا خرید لیا۔ چنانچہ رسول ﷺ نے فرمایا یہ تمھارے لیے بہتر ہے کہ روز قیامت تمھارے چہرے پر سوال کرنے کا داغ ہو سوال کرنا درست اور جائز ہیں۔ مگر تین کے لیے ایک وہ جو خاک پر لٹا دینے والی محتاجی میں ہو۔ دوسرا وہ جو مت مار دینے والے (بری طرح سے) قرضے میں جکڑا ہو۔ تیسرا وہ جو مجبور کر دینے والے خون میں پھنس گیا ہو۔

---

1 ۔ ابی داؤد، امام سلیمان ابن الاشعث السجستانی الازری، سنن ابی داوٗد کتاب الزکاۃ، باب: ما تجوز فیہ المسلۃ، نشرۃ: دار الحیاء السنۃ النبویۃ، الجزء الثانی، ص:121-120

درج بالا حدیث مبارکہ میں سوال نہ کرنے کا بیان ہے۔ جو انصاری رسول ﷺ کی بارگاہ میں سوال کی عرض سے آئے تھے۔ انکا سوال کرنا گناہ نہ تھا۔ کیونکہ ان کا تمام مال ایک پیالہ اور ایک کمبل تھا۔ کھانے کے لیے گھر پر کچھ نہ تھا اس کے باوجود رسول ﷺ نے اسے سوال کی ذلت سے بچا کر کسب حلال کی ترغیب دی۔ رسول ﷺ کے اس فعل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حتی الامکان سوال کرنے سے گریز کرنا چاہیئے۔

احادیث مبارکہ میں بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں۔ کہ جن میں دست سوال دراز کرنے کو ناپسند فرمایا گیا ہے اور کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے۔

فصل دوم:

کفالتِ عامہ

کفالت کا مطلب ہے "ذمہ داری اٹھانا"، "ضمانت لینا" اور عامہ کا مفہوم ہے "تمام کے لیے" یعنی تمام (مستحق افراد) کی ذمہ داری اٹھانا۔ اسی لیے اسلامی نظام کفالت عامہ میں تمام شہریوں کی بلا تخصیص مذہب، رنگ و نسل، سماجی و معاشی حاجات کے کفالت کی جاتی ہے۔ نجی شعبہ ہائے زندگی میں خاندان کے اکابرین کے ذریعے معاشی کفالت فراہم کی جاتی ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے معاشرے کی بنیاد اخوت و خیر خواہی اور خیر سگالی پر رکھی اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی کفالت عامہ کا ایک بے مثال و بے نظیر نظام قائم کیا گیا۔ ان ادوار میں مستحقین کی جس طریق پر کفالت کی گئی اس کی مثال بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اسلام کا معاشی نظام ایک ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ یہ نظام دنیائے انسانی کی صرف معاشی فلاح ہی کا خواہش مند نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علم بردار ہے۔ معیشت اسلامی ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کسب معاش کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ ناکارہ، بے کار اور بلاوجہ دوسروں پر بوجھ بننے والوں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ اس کے باوجود معاشرے میں ایسے افراد موجود ہیں جو یا تو کمائی کے قابل نہیں ہوتے یا پھر اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود بقدر ضرورت کما نہیں سکتے۔ چنانچہ حکومت اسلامی اپنے ذرائع آمدنی سے ایسے لوگوں کی کفالت سر انجام دیتی ہے۔

مذہب اسلام کو دین خیر اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک فلاحی ریاست کا تصور پیش کرتا ہے جس میں ریاست ہی ہر شخص کی بنیادی ضروریات مثلاً لباس، مکان، خوراک اور علاج نیز تعلیم وغیرہ کی تکمیل کی ضامن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام ہر فرد کو سماجی تحفظات بھی فراہم کرتا ہے۔ کفالت عامہ کی یہ صورت رکھی گئی ہے کہ ہر فرد اسلام کے معاشی و اخلاقی اصولوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ کمائے۔ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرے اور جو کچھ زائد از ضرورت ہو وہ رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور معاشرے کے پس ماندہ، نادار اور حاجت مند لوگوں کی کفالت پر خرچ کرے تاکہ معاشرے میں بتدریج معاشی ناہمواریوں کا سدِ باب ممکن ہو سکے، اور ایک صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں آئے۔

حقیقتاً افراد کی سخاوتیں اور فیاضیاں وقتی طور پر کتنی ہی بیش از بیش کیوں نہ ہوں امت اور قوم کے اجتماعی نظام معیشت کی تکمیل نہیں کر سکتیں۔ اسی نقطۂ نظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ متمول افراد کے اموال میں سے ایک مخصوص حصہ نکال کر غرباء، مستحقین، حاجت مند اور دیگر اہم شعبوں میں خرچ کیا جائے۔ جس کی تفصیل قرآن و حدیث میں موجود ہے جس سے پورے معاشرے سے فقر کا سدِ باب ممکن ہے۔

اسلام جس قسم کا نظامِ کفالت رائج کرنے کا خواہاں ہے اس میں اولیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی فرد (شہری) بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے۔ اسلامی نظام کفالت، امراء کو ترغیب و ترہیب دونوں طریق سے یہ درس دیتا ہے کہ غریب اور محروم المعیشت تک اس کی ضروریاتِ زندگی پہنچائے۔ اسلام ایسے شخص کو صحیح مسلمان نہیں گردانتا جو مفلس کی حاجت روائی نہ کرے۔

اسلام نے معاشرے میں توازن قائم رکھنے کے لیے جہاں حکومت کو عوام کی کفالت کا حکم دیا ہے وہیں ذاتی حیثیت میں لوگوں کو بھی رغبت دلائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((انا وکافل الیتیم فی الجنۃ، کھاتین))[1]

ترجمہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت کے دن جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں۔

اسلامی نظم معیشت میں رعایا کی بنیادی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔

کفالت کے معنی "ذمہ داری، بوجھ اٹھانے اور ملانے کے ہیں۔[2]

اصطلاحی مفہوم:

"کفالۃ" کسی شخص (اصطلاحاً کفیل) کا قرض خواہ (مکفول لہ) کے لیے قرض دار (مکفول بہ) کا ضامن ہونا کہ قرض دار ایک متعین مقام پر قرضہ یا اس کا جرمانہ ادا کرنے یا کسی جوابی کارروائی کی صورت میں قصاص کے لیے حاضر ہو جائے کہ وہ آنے سے معذور ہے۔ (مثلاً بصورت انتقال) یہ مسئلہ کہ کفیل مکفول کی جگہ ادائی (ادائیگی) کرے۔ اسے اس کی سزا بھگتنا آئمہ کے نزدیک مختلف فیہا ہے۔ شافعہ کے نزدیک اس کا ایسا کرنا ضروری نہیں، خواہ اس نے واضح طور پر اس کی ذمہ داری لے لی ہو۔"[3]

محمد امین بن عابدین (المعروف علامہ شامی) کے مطابق شرعی تعریف یہ ہے:

"ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل"[4]

---

1 ۔ سنن نسائی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم، و کفالتہ، حدیث نمبر 1918

2 ۔ الادب لویس معلوف الیسوعی، "المنجد"، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، ص: 691

3 ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بار اول دانش گاہ پنجاب لاہور، ج: 17، ص: 37–336

4 ۔ شامی، محمد امین بن عابدین، ردالمختار، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ج: 5، ص: 281

ترجمہ: کفالت اس کو کہتے ہیں کہ اصل سے ہٹا کر، کفیل کے ذمہ کوئی کام لگا دینا۔

"والكفالة ضم ذمة الى حق المطالبة"[1]

ترجمہ: کفالت سے مراد یہ ہے کہ ذمہ داری کو مطالبہ کرنے والے کے ساتھ ملا دینا۔

کفالت کا اسم "کفلۃ" ہے، یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نان نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار ہونا۔

"الکفالۃ، ضمانت (اسم ہے کفلۃ سے) ج: کفالات، کفلۃ: نان نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار ہونا۔"

کفلۃ واکفلہ ایاہ: ضامن بنانا۔ کفل القاضی الخصم، ضامن لینا۔[2]

کفالت: (ک۔فا۔لت) (ع۔ا۔مؤنث) ذمہ داری، ضمانت، ضامنی، بار اٹھانا۔[3]

عامہ (عام، مہ) [ع۔صف] (1) سب لوگوں سے منسوب، مشہور۔ عام (2) کل۔ سب۔ جمع۔ عوام[4]

کفالت (ع) مؤنث، ضمانت۔ ذمہ داری۔ بار اٹھانا

(فقرے) یہ لڑکا تمھاری کفالت میں ہے۔ دستاویز میں کوئی کفالت نہیں۔[5]

عربی اور اردو میں چند لغات سے کفالت کے لغوی معنی درج کئے گئے ہیں، دیگر لٹات میں بھی لفظ "کفالت" کے قریباً یہی معنی مذکورہ ہوئے ہیں۔

اصطلاحاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ کفالت نام ہے "فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچانے کا" کفیل اپنے زیر دست افراد کو بہر نوع فائدہ پہنچا رہا ہوتا ہے اور اس طور پر مضرات و نقصان سے بھی محفوظ رکھنے میں اس کا واضح اور کلیدی کردار ہوتا ہے۔

کفالت کا دائرہ کار:

کفالت کی عمومی (بنیادی) طور پر دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔

(1) کفالت عامہ (Common or Public Security)

(2) کفالت خاصہ (Perticular or Personal Security)

1۔ الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1982ء، ص:124

2۔ مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص:745

3۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ص:904

4۔ محولہ بالا، ص:804

5۔ نیر، مولوی نور الحسن کاکوروی، نور اللغات، جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی، ج:3، ص:786

اسلام نے معاشرتی توازن کے قیام کے لیے جہاں حکومت کو عوام الناس کی کفالت عامہ کا بلا تخصیص مذہب و ملت اور رنگ و نسل کفالت عامہ کا حکم دیا ہے وہیں ذاتی حیثیت میں لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے یتامیٰ، مساکین اور حاجت مندوں کی ضروریات لازمہ کی تکمیل (کفالت کاصہ) کے لیے امراء وصاحب ثروت افراد کی توجہ مبذول کروائی ہے اور ان کے احساس ذمہ داری کو احسن طریق سے اجاگر کیا ہے۔ اسلامی معاشی نظام ایک ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ یہ نظام دنیائے انسانی کی صرف معاشی فلاح ہی کا خواہش مند نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی فلاح وبہبود اور رشد وہدایت کا علم بردار بھی ہے۔ معاشرے کے ایسے افراد جو یا تو کسب کے لائق نہیں ہوتے یا پر اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود بقدر ضرورت کما نہیں سکتے، چنانچہ حکومت اسلامی اپنے ذرائع آمدنی سے ایسے افراد کی کفالت سر انجام دیتی ہے۔

قرآن حکیم میں کفالت الناس کی ترغیب:

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر کفالت کی ترغیب دی گئی ہے

﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ﴾[1]

ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے مال میں (ایک) مقرر حق ہے۔ سوال کرنے والے اور (حاجت مند) سوال سے بچنے والے کے لیے۔

سورۃ الذاریات میں اسی مفہوم کو اس انداز میں بیان فرمایا:

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾[2]

ترجمہ: اور ان کے مال میں حق (مقرر) تھا سائل اور محروم (حاجت مند) کا۔

﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾[3]

ترجمہ: اور اللہ کے اس مال میں سے انھیں دو جو اس نے تمھیں دیا ہے۔

مذکورہ آیات مبارکہ میں سائل اور ضرورت مند کے حقوق کو کامل انداز میں ممیز کر دیا گیا ہے کہ صاحب ثروت افراد کو عطائے ایزدی سے جو مال و دولت میس ہے اس میں معاشرے کے محروم اور حاجت مند افراد کا حق اور حصہ مقرر ہے اور بہر طور اس کی ادائیگی بھی از بس ضروری ہے۔

---

1 ۔ المعارج:70، 25–24

2 ۔ الذاریات:51/19

3 ۔ النور:24/33

اس ضمن میں قرآن حکیم میں صاحب ثروت افراد کو یوں ترغیب دی گئی ہے۔

﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾[1]

ترجمہ: اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

﴿وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾[2]

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہو گا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ سے جو اہم نکات واضح طور پر سامنے آتے ہیں وہ یوں ہیں:

(1) مال وزر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا اور دَین ہے اس کے بے پایاں کرم سے ہی عطا ہوتا ہے۔

(2) خدائے لم یزل نے اس مال و اسباب پر اپنے ضرورت مند (حاجت مند) غرباء، مساکین، یتامی کا حق (حصہ) رکھ چھوڑا ہے۔

(3) مستحقین اور حاجت مندوں پر خرچ کرنے کو "اللہ کو قرض دینے" سے تعبیر دی گئی، گویا اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے دیے ہوئے مال و اسباب کو اس کی مخلوق (حقیقی ضرورت مند) پر خرچ کرنے کے اجر و انعام کو بیان فرمایا، اسی انعام و اکرام کو ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا:

﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[3]

ترجمہ: مثل ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

(4) حقوق العباد کی اہمیت بیان کی گئی اور ادائیگی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(5) کفالت عامہ اور کفالت خاصہ کا حسین درس دیا گیا ہے۔

مال وزر کو جمع کر کے رکھنے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر مذمت و تنبیہ کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

1۔ المزمل:20/73

2۔ التغابن:16/64

3۔ البقرۃ:261/2

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾[1]

ترجمہ: اور وہ لوگ جو سونا چاندی (مال و اسباب) جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے حبیت) ان سب کو خوش خبری سنا دیجیے دردناک عذاب کی۔

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ (6) الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ﴾[2]

ترجمہ: اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

﴿ وَلا يَحُضُ عَلَىٰ طَعَامِ المسكين، فليس له اليوم هٰهُنَا حَمِيم﴾[3]

ترجمہ: اور نہ وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں مال و زر، دولت و اسباب کے جمع کر کے رکھتے رہنے اور اسے حاجت مندوں کی کفالت کے لیے خرچ نہ کرنے پر تنبیہ و مذمت بیان کی گئی ہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو مشرک گردانا گیا ہے اور انھیں آخرت کا منکر بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح مسکین و غریب کی عدم کفالت پر بھی شدید تنبیہ کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص سے تعلقات کے خاتمے کا اعلان کر دیا ہے اور مکمل اعراض و اجتناب کا اظہار کیا ہے۔

ارشادات نبوی میں کفالت عامہ:

کفالت کے بارے میں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے واضح ارشادات موجود ہیں، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

((لأَنْ يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَتَصَدَّقَ مِنْهُ فَيَسْتَغْنِيَ بِهِ عَنِ النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ رَجُلاً أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ ذَلِكَ فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى))[4]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص صبح جا کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لائے اور ان سے صدقہ کرے اور اس کے سبب لوگوں سے مانگنے سے بچا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے اور وہ اس کو دے یا منع کرے کیوں کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو تمھارے زیر کفالت ہیں ان سے ابتداء کرو۔

1۔ التوبۃ:9/34

2۔ حٰم سجدہ:41،7/6

3۔ الحاقۃ:69،35/14

4۔ مسلم کتاب الزکاۃ، باب کراہۃ المسالۃ الناس، ص:722

مذکورہ حدیثِ مبارک سے چند اسباق (ہدایات) حاصل ہوتے ہیں مثلاً کسبِ حلال کی تلقین ملتی ہے، محنت کرنے کی ہدایت عطا فرمائی گئی ہے۔ صدقہ کرنے والے کی افضلیت کا ذکر بھی ہے اور دینے والے کو افضل اور لینے والے کو ادنیٰ گردانا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی صدقہ کی ابتداء زیر کفالت یا اقرباء سے کیے جانے کی ہدایت بھی میسر آئی ہے اور سب سے پہلے اقرباء میں سے غرباء و مساکین کے حقوق کی فوقیت بیان کی گئی ہے۔

((فقالت زينب امراة عبدالله: ايجزينى من الصدقة ان اتصدق على زوجى وهو - - -

- - - - نعم قال: وكانت صناع البدين))[1]

ترجمہ: وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ عبد اللہ کی زوجہ زینب نے عرض کیا، کیا میرے لیے صدقہ کرتے ہوئے یہ جائز ہے کہ میں اپنے خاوند پر صدقہ کروں کیوں کہ وہ مفلس (فقیر ہے) اور میرے پاس (زیر کفالت) میرے یتیم بھتیجے ہیں اور میں ان پر اتنا اتنا خرچ کرتی ہوں اور کیا یہ ہر حال میں جائز ہے؟ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایاں "ہاں"۔ آپ نے فرمایا "وہ ہنر مند خاتون تھیں۔

درج بالا حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے کفالت عامہ کو کس قدر فوقیت دی ہے، دوسری بات کہ یتیم کی کفالت، نگہداشت آپ کے ہاں کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ تیسری بات کہ اقرباء کا حق ہے کہ وہ اپنے غریب، یتیم، بیوہ، عزیزوں کی دیکھ بھال اور کفالت کے سلسلہ میں ہر ممکن سعی کریں۔ حضرت سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

((ان الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذى الرحم اثنان، صدقه وصلة))[2]

ترجمہ: مسکین پر خرچ کرنے کا اکہرا (ایک) ثواب ہے اور رشتہ دار (جو غریب اور مسکین ہو) پر خرچ کرنے کا ثواب دہرا ہے، پہلا صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کی ترغیب موجود ہے اور ان لوگوں کو جو اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور زکوٰۃ و صدقات انھیں دیتے ہیں تو زکوٰۃ و صدقات دینے والوں کو دگنا اجر و ثواب ہے یعنی اولاً صدقہ دینے کا اور ثانیاً اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

1۔ ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب: الصدقۃ علی ذی قرابۃ، ص: 587

2۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باالصدقۃ علی الا قارب، ص: 223

((الساعی علی الارملة والمسکین، کالمجاهد فی سبیل الله عزوجل))[1]

ترجمہ: بیوہ عورتوں اور مسکینوں کے لیے خبر گیری کرنے والا ثواب میں اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔

درج بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ بیوہ اور یتیم کی کفالت (خبر گیری) کا اجر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی مثل ہے۔ رسول اللہ کے اس ارشاد مبارک سے بیوگان اور یتامیٰ کی کفالت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ کہ سرکار نے اسے کس قدر مستحسن گردانا ہے کہ اس کا اجر جہاد فی سبیل اللہ کی مثل قرار دیا تاکہ لوگ اسے ترجیح دیں، بالقین یہ کفالت کی طرف پیش رفت کا ذریعہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔

((الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیالہ))[2]

ترجمہ: پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((ایما اهل عرصة اصبح فیهم امر، جائعا فقد بریت منهم ذمة الله تبارک و تعالیٰ))[3]

ترجمہ: کسی بستی میں کوئی شخص اس حال میں (اٹھے) صبح کرے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس بستی کی بقاو تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی۔

حضرت ابی امامہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا

((یا ابن آدم انک تبذل الفضل خیر لک و ان تمسکه شرلک))[4]

ترجمہ: ابنِ آدم تیرے لیے ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا بہتر ہے اور اسے روکے رکھنا برے نتائج کا حامل ہے۔

ضرورت سے زائد مال کے متعلق حضور ﷺ کا ذیل ارشاد مبارک کتنا وسیع المعنی ہے:

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

1۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب: فضل الساعی علی الارملة، ص:220

2۔ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الادب والشفقة والرحمة علی الخلق، سعید اینڈ کمپنی کراچی، ص:425

3۔ الھیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الاحتکار، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ء، ج:4، ص:100

4۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب: بیان ان الید العلیا

((مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ))[1]

ترجمہ: جس کے اس زائد سواری ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِ راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس طرح مختلف انواع کے مال کا ذکر فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کو اپنے فاضل مال پر حق نہیں۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ

((ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی القواتھم بقدر - - -- ان یحا سبھم یوم القیامۃ و یعذبھم علیہ))[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اہلِ دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفالت پوری کرنا فرض کر دی اہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے ہوں یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو یہ محض اس لیے ہو گا کہ اہلِ ثروت ان کا حق ادا نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے باز پرس کرے گا اور ان کی کوتاہی پر انھیں عذاب دے گا۔

فقہاء کرام اور کفالت عامہ:

امام ابو محمد ابن حزم ظاہری صحابہ کرام کے مؤقف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مال دار کے خاص مال میں سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔"۔[3]

صحابہ کرام کے اسی مؤقف کی مزید توثیق مولانا حفیظ الرحمان سیوہاروی نے یوں کی ہے جو ابن حزم کے مذکورہ بالا مؤقف پر حاشیہ ہے:

---

1 ۔ مسلم، باب: استحباب المنواساۃ بفضول المال

2 ۔ الھیثمی، احمد بن الحسن، "سنن"، باب: لاوقت فیما یعطی الفقراء، مکتبہ دارالاز، مکۃ المکرمہ، 1414ھ، 1994ء، ج:7، ص:23، حدیث نمبر 12985

3 ۔ ابن حزم، ابو محمد ابن حزم ظاہری، المحلی، دارالافاق الجدیدہ، بیروت، ج:6، ص:158

"تمام آئمہ مجتہدین کا بھی یہی مسلک ہے"۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے کفالت عامہ کا فریضہ بے حد مؤثر اور کامل انداز میں بیان فرمایا، آپ کے ذیل میں درج ذیل فرمان مبارکہ سے اس امر کو سمجھنا سہل ہو جاتا ہے۔

((انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فمن مات و ترک مالاً فما له، لموالی ومن ترک کلا اوضیا عاً فادع له))[2]

ترجمہ: میں مؤمنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں لہٰذا جو شخص ترکے میں مال چھوڑے وہ اس کے اقارب کا حق ہے اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت دار اور ناتواں بچوں کو چھوڑ کر مرے ان کے لیے مجھے بلالو۔ (یعنی ان کی کفالت میرے ذمہ ہے)

نبی کریم کے مذکورہ فرمان کو خلفائے راشدین نے اپنا منشور سمجھا اور کفالت عامہ کے سلسلے میں اس پر احسن طریق پر عمل کر کے دکھایا کہ جس کی نظیر تاریخ عالم میں دستیاب نہیں۔ کفالت کے سلسلے میں صحابہ کرام کے کردار کا کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ اسی ضمن میں ایک روایت ذیل میں منقول ہے جس میں اس امر پر مزید روشنی پڑے گی۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سورۃ الذاریات کی آیت مبارکہ "وفی اموالھم حق للسائل والمحروم" کے بین ارشاد ربانی کی روشنی میں ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غربا اور حاجت مندوں کی کفالت کی تکمیل کو فرض قرار دیا ہے۔ صاحبِ ثروت افراد کو اس امر کے عدم تکمیل پر تنبیہ، سرزنش اور عذاب کی وعید سنائی کہ اگر ارشاد ربانی کی تکمیل نہیں ہو گی تو پھر نتیجتاً عذاب بھی ملے گا۔

اندلس کے مشہور محدث و فقیہہ ابو محمد ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں:

"اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں گے اور اگر مال فی بیت المال کی آمدنی سے ان غرباء کی معاشی کفالت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ سلطان (امری) ان ارباب دولت کو ان کی کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے یعنی ان کے فاضل مال سے بالجبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور

---

1 ۔ سیوہاروی، مولانا حفیظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1959ء، ص:46

2 ۔ ابو عبید، کتاب الاموال، قاہرہ، 1353ھ، ص:202

سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسامقام ہو جو ان کی بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھے۔"۔[1]

علامہ ابن حزم نے اپنی مقبول عام کتاب المحلیٰ میں جس کامل، احسن اور جامع انداز میں کفالت عاملہ کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے اس کی نظیر شاید ممکن ہو کہ کفالت کے ضمن میں اتنی جامع وضاحت کہ روز و شب بسر کرنے کے جملہ معمولات و ضروریات کی تکمیل ممکن ہو جاتی ہو۔ سوشلزم ہو یا کمیونزم، کوئی بھی نظام حقیقت میں "اسلامی نظام" کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ روٹی کپڑا اور مکان کا جو نعرہ ان نظاموں نے قریباً ایک صدی قبل دیا اسلام نے اول روز سے اس کی تکمیل کے لیے ذمہ دار افراد کو اپنی ذمہ داری اور فرائض کی تکمیل کے لیے Bound کر دیا تھا۔ غرض یہ کہ "اسلامی نظام کفالت عامہ" کے حقیقی رائج (Implementation) ہونے کی صورت میں از خود حاجت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

کفالت کا دائرہ کار:

"اسلامی نظامِ کفالتِ عامہ" کا دائرہ کار کیا ہو گا؟

اسلام کا نظام کفالت عامہ اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کے لیے بلا تمیز مذہب و نسل ہو گا، شرط صرف اسلامی ریاست کا وفادار شہری بن کے رہنے کی ہے۔

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾[2]

ترجمہ: اور اللہ کی محبت میں وہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں مسکین، یتیم اور قیدی کے تذکرہ میں مسلم اور غیر مسلم کی قطعاً تفریق نہیں کی گئی بلکہ سبھی (عامۃ الناس) افراد بلا رنگ و نسل اور مذہب و علاقہ شامل ہیں اور یہ حکم عام ہے جس سے اسلام کے ہمہ گیر اور عالمیت کا ادراک ہوتا ہے۔

فقہ اسلامی میں یہ تصریح بھی ہے کہ صدقات وجبہ (مثلاً زکوٰۃ و عشر) کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح اسلامی حکومت کی مسلم رعایا کی ضروریاتِ زندگی سے متعلق ہے۔ اسی طرح غیر مسلم رعایا (ذمی وغیرہ) کی حاجات و ضروریات سے بھی وابستہ ہے۔

1۔ غفاری، ڈاکٹر نور محمد، سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظامِ کفالت عامہ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، باراول، 1991ء، ص:42-41

2۔ الدھر:76/8

ترجمہ:" چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فقراء اور مساکین میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو بھی شامل کر لیا تھا اور حضرت امام ابو یوسف نے قانون فقہ میں اس قول کو سند ٹھہرایا ہے۔"[1]

ترجمہ:" امام اعظم اور امام محمد نے تو تصریح کر دی ہے کہ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ تمام صدقات غیر واجبہ و فاضلہ وغیرہ ذمی فقراء کو دیے جاسکتے ہیں اور حربی مستامن کی مدد بھی صدات نافلہ سے کی جاسکتی ہے۔"[2]

درج بالا اقوال و اسناد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہیں جن کی علمیت، قابلیت، ثقاہت اور درجہ کمال میں کلام نہیں کہ انھوں نے علاوہ زکوٰۃ و عشر کے دیگر صدقات و خیرات میں ذمی و حربی غیر مسلم رعایا کو مطلقاً شامل کر دیا ہے اور ان کی کفالت عامہ کو اسلامی حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب غیر مسلم رعایا کے حقوق کی اس درجہ پاسداری اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے تو پھر مسلم رعایا کے غرباء و مساکین اور ضعیف و محتاج افراد کیوں کر نظام اسلام کے اس ہمہ گیر اور عالمی حیثیت کے حامل نظام سے فیض یاب و مستفید نہیں ہوسکتے؟ مذکورہ بالا مؤقف کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

((مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِبَابِ قَوْمٍ وَعَلَيْهِ سَائِلٌ يَسْأَلُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ ، فَضَرَبَ عَضُدَهُ مِنْ خَلْفِهِ , وَقَالَ : مِنْ أَيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْتَ ؟ فَقَالَ : يَهُودِيٌّ , قَالَ : فَمَا أَلْجَأَكَ إِلَى مَا أَرَى ؟ قَالَ : أَسْأَلُ الْجِزْيَةَ وَالْحَاجَةَ وَالسِّنَّ , قَالَ : فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ وَذَهَبَ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ فَرَضَخَ لَهُ بِشَيْئٍ مِنَ الْمَنْزِلِ.

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى خَازِنِ بَيْتِ الْمَالِ , فَقَالَ : انْظُرْ هَذَا وَضُرَبَاءَهُ ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ أَنْ أَكَلْنَا شَبِيبَتَهُ ثُمَّ نَخْذُلُهُ عِنْدَ الْهَرَمِ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ سورة التوبة آية 60 وَالْفُقَرَاءُ هُمُ الْمُسْلِمُونَ , وَهَذَا مِنَ الْمَسَاكِينِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، وَوَضَعَ عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَعَنْ ضُرَبَائِهِ , قَالَ : قَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا شَهِدْتُ ذَلِكَ مِنْ عُمَرَ وَرَأَيْتُ ذَلِكَ الشَّيْخَ ."انتهى.))[3]

ترجمہ: روایت کیا عمر بن نافع نے ابو بکر سے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قوم کے دروازے پر ہوا اور اس پر ایک سائل بیٹھا ہوا سوال کر رہا تھا جو بڑی عمر کا بوڑھا تھا اور اندھا تھا تو آپ نے اس کے پیچھے سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ " تو کون سے اہلِ کتاب میں سے ہے"؟ اس نے کہا کہ "یہودی ہوں"۔ فرمایا کہ "کس چیز نے تجھے اس حال میں میں مبتلا کیا جس

---

1 ۔ شامی، ابن العابدین، باب المصرف الصدقۃ، المطبع میمنۃ، قاہرہ، 1318ھ، ج:3، ص:92

2 ۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، مطبوعہ سلفیہ، قاہرہ، 1346، ص:126

3 ۔ دہلوی، شاہ ولی الہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (اردو ترجمہ: مولانا اشتیاق احمد) قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج:3، ص:262

میں کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔" اس نے کہا کہ "جزیہ نے، ضرورت اور بڑھاپے نے" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر تک لائے اور گھر پر پہنچ کر اسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو بلوایا اور فرمایا کہ "اس کی خبر گیری کرو اور اس جیسے سب لوگوں کی۔ واللہ ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جب کہ ہم نے کھا لیا ان کی جوانی کی کمائی کو پھر ان کو رسوا کریں بڑھاپے کے وقت۔ الما الصدقات۔۔۔ یعنی صدقات فقر اور مساکین کے لیے ہیں اور "فقراء" یہ لوگ مسلمان ہیں اور یہ شخص اہلِ کتاب کے مساکین میں سے ہے۔ (اس لیے "ولمسکین" کے عموم میں یہ بھی داخ ہے) اور آپ نے اس شخص سے اور اس کی مانند سب لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت خالد بن ولید نے حیرہ کو فتح کر لیا تو اہلِ حیرہ کو جو معاہدہ لکھ کر دیا وہ کفالت عامہ میں مسلم اور غیر مسلم کی مساوات کی ایک دستاویز ہے جو یوں ہے:

((وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابته افة - - - -عيالہ ما اقام بدار هجرة و دارالاسلام))[1]

ترجمہ: اور میں یہ طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیف پیری کی وجہ سے ناکارہ ہو جائے یا آفات سماوی وارضی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے یا ان میں سے کوئی مال دار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خریات دینے لگیں تو ایسے تمام اشخاص کو جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ہے جب تک کہ وہ دار السلام میں مقیم ہے۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت خالد بن ولید نے اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے مقام پر جس طریق سے کفالت عامہ الناس کی ترویج، تقویت اور توقیر کی وہ بالخصوص فوق النظیر ہے اور مذہب اسلام کی آفاقیت اور سبقت تمام نظام ہائے عالم خواہ وہ سوشلزم ہو، کمیونزم یا کوئی دوسرا ازم ان پر بدرجہ اتم قائم و ثابت ہے۔ ذمیوں اور مفتوحہ اقوام کے ساتھ ایسا سلوک شائد ہی کبھی ارض و سما کے مشاہدہ میں آیا ہو۔ زیرِ نگیں اور زیر دست افراد پر تو ظلم و ستم، بدسلوکی، تاخت و تاراج اور غارت گری جیسے افعال برتے جاتے ہیں لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے کہ فقراء، مساکین اور حاجت مندوں کی حاجت روائی مسلمانوں (فاتح قوم) کے بایت المال کے ذرائع سے کی جارہی ہے۔

کفالتِ عامہ اور گداگری کا سدباب:

1۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:144

نظام کفالت کی کامیابی اور اس کے ذریعے گداگری کے خاتمے کے لیے مکمل خلوص، دلجمعی نیک نیتی اور وسائل کا صحیح استعمال بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ریاست کے شہریوں " جائیداد کے گوشوارے " مرتب کیے جائیں جس میں تمام جائیداد، اموال ظاہرہ اور باطنہ کی مکمل تفصیل موجود ہو یہ گوشوارے اسی نوع کے ہوں گے جیسے موجودہ حکومتیں اپنے سرکاری ملازمین یا دیگر صاحب حیثیت افراد انکم ٹیکس وصولی کے لیے تیار کرتی ہیں۔ مسلمانوں کے ضمیر و وجدان کی آزمائش کے لیے ان گوشواروں کے ساتھ حلف نامہ (جو ذاتی طور پر ہر گوشوارہ بھرنے والا اپنی تحریر میں اقراری صورت میں مہیا کرے گا، موجود ہو) داخل کرائے گا کہ دوسری حالت میں اگر وہ کہ دوسری حالت میں اگر وہ کوئی جائیداد خفیہ رکھے یا چھپائے تو مذکورہ جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جائے اور اسے بیت المال میں اسلامی حکومت جمع کرا دے۔ اسی طرح مذکورہ اشخاص کے لیے تعزیری قوانین بھی بنائے جائیں گے تاکہ نظامِ کفالت کو کامیابی سے ہم کنار کیا جاسکے۔

"جائیداد کے گوشواروں" کے مرتب ہو جانے کے بعد درج ذیل اقدامات نظامِ کفالت عامہ کے لیے از بس ضروری ہیں:

(i) مستحقین کی فہرستوں کی تیاری

تمام مستحقین افراد (جن میں معذور محتاج، بے روزگار اور سی نوع کے لوگ شامل ہوں گے) کی فہرستیں ہر گاؤں، یونین کونسل کی سطح پر تیار کی جائیں گی۔ اگر محکمہ مردم شماری کا عملہ مردم شماری (Population Cencus) کرتے وقت ہر گاؤں، قصبہ کے امام مسجد، نمبردار، کونسلر وغیرہ کے تعاون سے یہ کام سرانجام دے تو نہ صرف یہ فہرستیں تیار ہو سکتی ہیں بلکہ اس پر الگ سے ہونے والے اخراجات بھی نہیں ہوں گے اور ایک کافی بڑی رقم بچائی جاسکتی ہے اور اس رقم کو کفالت عامہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔

(ii) مستحقین کی درجہ بندی

تمام مستحق (قابلِ کفالت) افراد یکساں حیثیت کے حامل نہیں ہوں گے ان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ ان مستحقین کو ترجیحاً تین درجات (Categories) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ دائمی محتاج افراد مثلاً اپاہج، ضعیف، لاوارث، بیوائیں، مزمن امراض کے شکار، اس قسم کے افراد کی امداد مستقلاً اور تاحیات کی جائے گی۔

2۔ یتامیٰ، ناگہانی آفت زدگان مقروض، بیمار، غریب طلباء، بے روزگار وغیرہ ایسے اشخاص کی امداد اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ وہ عارضی محتاجی سے برآت نہ حاصل کر سکیں، بیماری سے تندرست ہو جائیں یا برسرِ

روز گار (کاروبار کے قابل) ہو جائیں تو ان کا وظیفہ (کفالت) ختم کر کے انھیں اس فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

3۔ یہ قسم ان افراد پر مشتمل ہو گی جن کی محتاجی (ضرورت) بالکل عارضی نوعیت کی ہو گی، مثلاً مسافر (ضرورت مند) جس کا سفر ختم ہو گیا (جسے زادِ راہ کی احتیاج تھی) یا کسی شخص کی چوری ہو گئی اور وہ ضرور مند بن گیا۔ ایسے افراد کے لے ی مقامی سطح پر (گاؤں، قصبہ شہر) انتظام و بندوبست ہو گا جیسے یونین کونسل وغیرہ کی سطح پر اور ان مسافروں کے یلے مہمان کانے (عارضی رہائش گاہ) وغیرہ بنائے جائیں گے۔

مستحقین کی فہرستوں کی تیاری اور ان کی درجہ بندی ہو جانے کے بعد ان کی کفالت کے لیے یقیناً معقول و کثیر سرمایہ (Sufficient Amount) کی ضرورت ہو گی جس کے لیے "کفالتِ عامہ فنڈ" کا قیام از بس ضروری ہو گا۔

(iii) کفالت عامہ فنڈ (Common/ Public Security Fund)

یہ ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہو گا جس کے ذریعہ عامۃ الناس کی اجتماعی کفالت کا انتظام و انصرام ممکن ہو گا۔ زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ، عشر، ضرائب اور صاحب حیثیت افراد کے عطیات وغیرہ فنڈ کے بنیادی ذرائع (Main Sources) ہوں گے۔ ان تمام قسم کی آمدنیوں کی علیحدہ علیحدہ مدیں (Head of Accounts) مقرر کی جائیں گی۔ ہر مد کا الگ الگ رجسٹر ہو گا تاکہ ہر شعبہ (Field) کی رقم اس Specific Field کے مروجہ شرعی قانون / قوانین اور عطیات و دہندگان کی آراء کی روشنی میں خرچ کی جائے۔ اس شعبہ کی Receipts/ Income اور Payment/Expenditure کے مکمل اور جامع حساب کا اندازہ ہو گا۔ اس ضمن میں ان رقوم کو باقاعدہ طور پر بینک میں جمع کرایا جائے گا۔ مقامی سطح پر کفالت عامہ فنڈ کی Utilization اور Control کے لیے کم از کم تین اشخاص پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ یہ کمیٹی نہایت دیانت دار افراد پر مشتمل ہو گی جو کہ نہ صرف اس فنڈ کا Check & Balance مدِ نظر رکھے گی بلکہ متعلقہ شعبہ کے اکاؤنٹس کے لیے چیکوں کو دستخط کرنا، رقم کا نکلوانا اسے مستحقین میں تقسیم کرنا اور ان تمام مراحل کا Proper Record رکھنا بھی اس کمیٹی کی بنیادی ذمہ داری میں شامل ہو گا۔

اس فنڈز کے دفاتر ہر تحصیل کی سطح پر ہوں گے۔ جن میں عاملین، شرعی ٹیکس اور دیگر مدات میں رقوم اکٹھی کریں گے پھر انھیں مرکز یا صوبہ کی ہدایات (یہ ہدایات پہلے سے شریعت کی روشنی میں طے کر لی جائیں گی اور انھیں باقاعدہ طور پر Lower Level تک ارسال کر دیا جائے گا) کے مطابق خرچ کیا جائے گا۔ اس فنڈ کی رقوم ان شاء اللہ العزیز اس قدر (خثیر) ہو گی کہ باقاعدہ اس کا بجٹ بنے گا اور مختلف شعبوں میں اس کے اخراجات کا باقاعدہ Planning کے تحت تقسیم کار طے ہو گا اور پھر اسی طے شدہ طریقہ کار کے تحت ان رقوم کی تقسیم کار ہو گی۔

(iv) کفالتی اداروں کا قیام

کفالت عامہ فنڈ کی مدد سے مستحق وحاجت مند افراد کو معاشرے کے ذمہ دار اور اچھا شہری بنانے، خصوصاً اُن کے بچوں کی بہتر تربیت، بڑوں کی اصلاح اور نظم کے سلسلے میں سماجی و فلاحی شعبوں کا قیام از حد اہمیت اور وقعت کا حامل ہے۔

(الف) تربیت اطفال مراکز (Child Training Centre)

ایسے مراکز میں لاوارث، یتامیٰ اور غریب بچوں کی خوراک، لباس اور رہائش کا بھی معقول انتظام وانصرام ہو گا۔ بچوں کو دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے گا۔ دنیاوی تعلیم میں خصوصاً انھیں Technical Education (فنی تربیت) دی جائے گی تاکہ وہ نہ صرف ہنر مند بنیں بلکہ جوان ہو کر انھیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد ملے۔ دوران تعلیم اساتذہ کرام یہ امر پیش نظر رکھیں گے کہ ہر طالب علم کی صلاحیتوں کے مطابق تربیت کے فرائض سرانجام دیں اور درسی /کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنی تربیت بھی احسن طریق پر دی جائے۔ اسی طرح ذہین طالب علموں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے جملہ انتظامات کیے جائیں اور انھیں ہر طرح سے Support کی جائے اس بات کی تائید حضرت عمر فاروق کے دور مبارکہ سے یوں ہوتی ہے۔

((عن وظيف بن عطاء قال: ثلاثة كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان و كان عمر بن الخطاب يرزق كل واحد منهم خمسة عشر درهما كل شهر))[1]

ترجمہ: حضرت وظیف بن عطاء سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب بیت المال میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم دیا کرتے تھے۔

کنز الاعمال کی اس روایت سے بھی مذکورہ مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ ہدورِ صحابہ اور بعد میں بھی (جب بھی امتِ مسلمہ کو صالح قیادت میسر ہوئی) بچوں خصوصاً مستحقین کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی اور انھیں بہر طور ہر سطح پر مناسب طریقے سے Support کیا گیا جس سے یقیناً گداگری جیسے مذموم فعل کے خاتمے میں اعانت حاصل ہوئی اور کاسہ گدائی لے کر دربدر پھرنے والوں میں خاطر خواہ کمی ہوئی جو کہ فی زمانہ بھی ممکن ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ صدق دل سے بھرپور کوششیں کی جائیں اور تمام ممکنہ وسائل کو احسن طریق پر بروئے کار لایا جائے۔

1۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع، باب: فی اجر المعلم، مکتبہ الرشد، الریاض، ج: 4، ص: 341

(ب) مرد و خواتین کے تربیتی مراکز

یقیناً بچوں کی تعلیم و تربیت مسلمہ اور افضلیت کی حامل ہے لیکن مرد و زن کے لیے بھی ان تربیت مراکز (Training Centres) کی بے حد اہمیت ہے۔ چنانچہ مرد حضرات (Male Persons) کے لیے الگ اور خواتین (Female) کے لیے الگ تربیتی مراکز قائم کیے جائیں جہاں انھیں ہنر مند بنایا جائے۔ مردوں کے لیے Labour اور Skilled والے کام منتخب کیے جائیں اور عورتوں کے لیے نسبتاً کم محنت (مثلاً سلائی کڑھائی وغیرہ) کے کام منتخب کر کے انھیں تربیت دی جائے تاکہ وہ معاشرہ کے اچھے شہری بن سکیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں دراصل یہ حقیقی کفالات ہے۔

ان تربیت گاہوں میں ان صحت مند ہٹے کٹے، نوجوان اور کاہل افراد (مرد و زن) کو رزق حلال اور باعزت کمائی کے لیے جبری تربیت دی جائے جنھوں نے گداگری، چوری چکاری اور دیگر قبیح افعال اپنا رکھے ہیں۔ اس تربیت کا وقت مختصر ہو اور متعین ہو کہ اس کے بعد یہ افراد خود کوشش کر کے زندگی گزار سکیں۔ دوران اخلاقی تربیت اور نظم و ضبط (Discipline) پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(ج) طبّی سہولتیں:

اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی صحت اور مویشیوں (جانور) کو بیماریوں سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے سلسلے میں انتظامات کرے۔ اس مد میں زکوٰۃ و صدقات کی مد سے بھی رقم خرچ کی جا سکتی ہے، چونکہ ادویات مریضوں کی ملکیت کر دی جاتی ہیں۔ ان مفت شفاخانوں میں تمام بنیادی سہولتیں مہیا کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہو گی، حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اس طرح کے شفاخانے قائم کیے گئے تھے۔

> "حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں معذوروں مثلاً نابینا، فالج زدہ، بے سہارا، یتامیٰ کی دیکھ بھال کے لیے خادم بھی مقرر کیے تھے۔"[1]

(د) مہمان خانے:

غریب مسافروں، راستہ بھٹک جانے والوں اور اچانک کسی افتاد یا مصیبت میں مبتلا ہو جانے والے افراد کے لیے ہر ضلعی صدر مقام پر (یعنی بڑے شہروں میں کیوں کہ دیہات اور قصبات میں مہمان نوازی آسانی سے ممکن ہے۔) مہمان خانے (سرائیں) بنائے جائیں گے جہاں پر غریب مسافروں کے قیام و طعام کا معقول انتظام ہو گا۔ یہاں بہت کم عرصہ کے

1۔ ابن جوزی، سیرت عمر بن عبد العزیز، مطبوعہ المؤید، قاہرہ، ص:55-154

لیے قیام کی اجازت ہو گی لیکن مجبور افراد کے لیے رعایت ممکن ہو گی۔ موجودہ Set up میں ضلعی حکومتیں بلدیاتی نظام کے تحت اس کا انتظام و انصرام احسن طریق پر کر سکتی ہیں۔

"حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کا ایک مہمان خانہ کوفہ میں تعمیر کرایا تھا۔"[1]

"حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بہت سی سرائیں تعمیر کرائیں۔"[2]

(ر) وظائف اور امداد کے مراکز:

"کفالت عامہ فنڈ" کا یہ سب سے اہم شعبہ ہو گا ان امدادی مراکز سے جملہ مستحقین، معذور، بیوگان، یتامیٰ، غریب طلباء اور بے روزگاروں کو خصوصی گزارہ الاؤنس (Special Living Allowance) ملے گا۔ جوں ہی کوئی وظیفہ خوار برسرِ روزگار، فارغ البال یا سازگار حالات میں ہو گا اس کا وظیفہ ختم کر دیا جائے گا اس فنڈ سے مستحق غرباء کو شادی کے لیے قرض کی سہولت بھی حاصل ہو گی۔

وضائف، خصوصی گزارہ الاؤنس اور امدادی رقوم کی تقسیم کے سلسلے میں ہر تحصیل کے مستحق افراد، تحصیل کے امدادی اور وظائف کے مراکز سے اپنا حصہ وصول کر سکیں گے۔ البتہ اپاہج، ضعفاء، پردہ دار خواتین اور موذی یا پرانے مریضوں کے وضائف اور امدادی رقوم ان کے گھروں تک پہنچانے کا خصوصی انتظام کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں وہ جنھیں اختیار دیں یا نامزد کریں ان کے ذریعے یہ رقوم پہنچائی جاسکیں گی۔

"مقروض اشخاص کو اس فنڈ سے مالی امداد بھی دی جاسکتی ہے، "حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو ایسے احکام جاری کیے تھے"[3]

دراصل اسلام کی تعلیمات پر کاملتاً عمل نہیں کیا جارہا، اس کی سب سے بڑی وجہ تو ہمارے موجودہ معاشرے (Setup) کی اسلامی تعلیمات سے دوری، سیکھنے کی کوشش نہ کرنا اور پھر تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونا ہے کہ عوام الناس کو عام سائل (گداگر) اور حقیقی ضرورت مند، بھیک مانگنے والے اور حاجت مند کا فرق معلوم نہیں۔ اس سلسلہ میں علماء کرام، سکالرز، باب علم اور ذرائع ابلاغ کو اپنا کلیدی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

---

1 ۔ بلاذری، فتوح البلدان، مطبع قاہرہ، ص:278

2 ۔ ابن اثیر، الکامل، مطبع حلبی قاہرہ، 1303ھ، ج:6، ص:22

3 ۔ ابوعبید، کتاب الاموال، ص:251

فصل سوم:

گداگری کا سدباب اور تعلیماتِ نبوی

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے حتی الامکان گداگری کی مذمت فرمائی ہے اور اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بے شمار ہدایات بھی دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ نے کسبِ حلال اور محنت کرنے والے کی بہت حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے محنت سے حلال کمانے والے کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ مگر آج ہم مسلمان نبی رحمت کی تعلیمات کے برعکس چل رہے ہیں۔

> "ہندوستان میں ایک چھپنے والے اخبار "ہندوستان ٹائمس" کے مطابق ہندوستان میں جو لوگ گداگری کا کام کرتے ہیں اور بھیک پر اپنی زندگی گزارت ہیں ان میں 25 فیصد تعداد مسلمانوں کی ہے۔ یعنی ہر چار میں سے ایک مسلمان ہوتا ہے۔"[1]

اس خبر کو پڑھنے کے بعد نہایت افسوس محسوس ہوا کہ جس امت کے پیغمبر کی تعلیم میں خودداری نمایاں اور دینے والے ہاتھ کو لینے والے ہاتھ سے بہتر قرار دیا گیا ہو۔ آج وہ اُمت گداگری کے لیے مشہور ہو جائے۔ آج ہماری مساجد، مذہبی مقامات اور دینی اجتماعات کی جگہوں پر گداگری کا انجام دکھائی دیتا ہے اور وہ اس حاجت سے سوال کرتے ہیں کہ ان کو نظر انداز کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ بعض تو ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کو بھیک نہ دیں تو وہ اُلٹا آپ کو تباہی و بربادی کی بددعائیں بھی دینا شروع ہو جائیں گے اور یہ گداگری نہ صرف مذہبی مقامات بلکہ تفریحی مقامات سے لے کر ہسپتالوں اور تعلیمی اداروں سے لے کر بازاروں تک اپناراج قائم کر چکے ہیں اور ان کی ڈھٹائی حد درجہ بڑھ چکی ہے۔ یہ لوگ عزتِ نفس کا درس بھول چکے ہیں اور گداگری کو باقاعدہ ایک معتبر پیشہ کی طرح اپنائے ہوئے ہیں۔

آج ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کا مطالعہ کیا جائے اور گداگری کے سدباب کے متعلق تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اس گھمبیر مسئلے کا حل ڈھونڈا جائے۔ قبل از اسلام چند مذاہب میں کسبِ معاش کو باعثِ عار سمجھا جاتا اور دستِ سوال دراز کر کے گزر بسر کو معتبر تصور کیا جاتا۔ مگر

1۔ ہندوستان ٹائمس، 29 جولائی 2016ء madariscweb.com/ur/articles/3959، گداگری امت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ از مولانا سیف اللہ رحمانی

اسلام نے روزِ اوّل سے ہی کسبِ معاش کو ضروری قرار دیا۔ قرآنِ پاک میں اللہ کی بندگی سے فارغ ہونے کے بعد کسبِ معاش کی کوششوں کا حکم دیا اور اسے فضلِ الٰہی سے تعبیر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ﴾[1]

ترجمہ: پھر جب نماز ہوچکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے خود تجارت فرمائی اور ہاتھ سے کام کرنے والے کو پسند فرمایا: اسلام میں محنت کی عظمت پر بہت زور دیا گیا ہے اور محنت کرنے میں کسی قسمکی کوئی عار یا شرم نہیں بلکہ ہنر سیکھ کر اپنے معاشی معاملات کو خود چلانا ایک مسلمان کے لیے یہ بات باعث خیر ہے۔ سورۃ الانبیاء میں اللہ پاک فرماتے ہیں۔

﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ﴾[2]

ترجمہ: ہم نے اسے تمھارے لیے ذرہ سازی کا علم سکھایا تا کہ وہ تمھاری لڑائی میں تمھیں بچائے۔
پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو۔

اللہ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہ السلام کی مثال دے کر اور اس زرہ سازی کا علم سکھا کر ہنر مند ہونے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جو شخص اپنے ہاتھوں سے کما کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے وہ دراصل ایک خود دار اور غیرت مند انسان ہے اور اس کو صالح اعمال کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ اسلام میں محنت کر کے کمانا دیگر تمام احکامِ الٰہی کی طرح ایک واجب حکم ہے جس پر عمل کرنا ہر بالغ مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اسلام نے اپنے دستِ بازو سے کمانے کو افضل عمل قرار دیا۔ رسول ﷺ نے اپنے ہاتھ کی کمائی کو بہترین قرار دیا۔

((ما اكل بعد ماخيرا من ان ياكل من عمل يده و ان نبى الله داؤد عليه السلام كان ياكل من عمل يده))[3]

ترجمہ: کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی ہو گی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔

اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی حاصل کرتے تھے۔

1۔ سورۃ الجمعہ: 10/62

2۔ سورۃ الجمعہ: 10/62

3۔ صحیح بخاری، ایضاً، حدیث: 1943

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے دو سنہرے اصول ملتے ہیں۔ 1۔ ہاتھ سے کمائی کرنے والے کی فضلیت۔ 2۔ محنت کرنے والا پیشہ نہیں بلکہ محنت کی بناء پر معتبر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیشتر مقامات پر ہاتھ سے کام کرنے والے شخص کی فضیلت بیان کی ہے۔

((ما بعث الله نبياء الا رعى الغنم وقال اصحابه وانت فقال نعم كنت ارعاها على قراريط لا هل مكة))[1]

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

اس پر صحابہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے بھی؟ فرمایاہاں، میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔ رسول ﷺ نے اپنے اس عمل اور دیگر انبیاء کرام نے اپنے اعمال سے یہ ترغیب دی کہ روزی کمانے کے لیے بظاہر کوئی حقیر پیشہ اختیار کرنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیے۔

محنت کرنا انبیاء کرام کی سنت ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ احترام کے قابل انسان انبیاء کرام ہی ہیں۔ ان تمام حضرات نے اپنے ہاتھ ہی سے کما کر کھایا۔ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں فرمایا۔ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بزاز تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بنا کر فروخت کرتے تھے، داوٗد علیہ السلام، لوہے کی زرہیں بناتے اور فروخت کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا کام کرتے، حضرت زکریا علیہ السلام بڑھی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزدوری پر بھیڑیں چرائیں اور تجارت کی، رسول اللہ ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں اور تجارت فرمائیں۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام نے بھی ہاتھ سے کما کر ہی اپنا گزر بسر کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے انصاری بھائی نے کسبِ معاش کے لیے ایک ایک دن مقرر کیا ہوتا، حضرت زبیر بن عوام بھی کپڑے کے تاجر تھے۔ حضرت حباب بن الارت لوہار تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین باتیں ناپسند ہیں۔

((إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ))[2]

---

1 ۔ صحیح بخاری، ایضاً، ح:1943

2 ۔ صحیح بخاری، ایضاً، ح:1943

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین امور کو ناپسند کیا ہے قیل و قال (سنی سنائی ہانکنا)، مال کو ضائع کرنا، کثرت سوال

رسول ﷺ نے محنت کر کے کمانے کی ترغیب دی ہے۔

((والذی نفس بیدہ لان یاخذ احدکم حبلہ فیحتطب علی ظھرہ خیرہ لہ من ان یاتی رجالاً فیسالہ اعطہ اومنعہ))[1]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ایک شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر اُٹھالائے تو یہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آکر سوال کرتا ہے۔ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے یا نہ دے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول ﷺ نے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے خودداری کی ترغیب دی۔

ایک شخص کہ جس کے گھر کا کل سامان ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہو۔ آپ اُسے بھی محنت کرنے کی ترغیب دیں کیوں کہ وہ صحت مند ہے، معذور نہیں۔ کسبِ حلال اور عزتِ نفس کا درس دیں اور محنت کی عظمت بتائی جس پر عمل کر کے وہ چند دنوں میں خوش حال ہو گیا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مجھے یہ ضمانت دے کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرے گا تو میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد انھوں نے کسی سے سوال نہیں کیا۔[2]

ایک مرتبہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ اپ ﷺ نے ان کا سوال پورا کیا۔ پھر مانگا پھر عنایت فرمایا مگر اس کے ساتھ نصیحت فرمائی۔ اے حکیم! مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے۔ جو شخص اس کو فیاض دل کے ساتھ لیتا ہے اس کو برکت نصیب ہوتی ہے جو شخص اک کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے اسکو برکت نصیب نہیں ہوتی۔ وہ اس آدمی کی مثل ہوتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہر حال بہتر ہے۔

1۔ صحیح بخاری، حدیث:1380

2۔ سنن نسائی، حدیث:501

"حضرت حکیم نے اسوقت عہد کر لیا کہ اب سے مرتے دم تک کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو عطیہ دینا چاہا مگر انھوں نے رد کر دیا۔ بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمانو! گواہ رہنا میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول نہیں کرتے۔"[1]

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودداری اور محنت کی کتنی ترغیب دی اور اس کے ساتھ ساتھ دستِ سوال دراز کرنے کو کس قدر بُرا تصور کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا اوّلین پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محنت کر کے اللہ کے خزانوں سے رزق کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ نبوت ملنے سے پہلے مکہ والوں کی بکریاں معاوضے پر چرائیں ، تجارت کو وسیلۂ رزق بنایا اور پھر نبوت کے بعد بھی ابتدائی سالوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت کے ساتھ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ اگرچہ نبوت کی ذمہ داریوں میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم محنت سے کمانے پر زیادہ توجہ نہ دے سکے جس کی وجہ سے قیامِ مکہ میں یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت کو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی کفالت کے لیے کافی کر دیا تھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ کے ابتدائی چندماہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی روزگار کو نہ اپنا سکے جس کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیانہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے پہلے سربراہ کی حیثیت سے انتظامی امور میں بے پناہ اضافہ تھا۔ دوسرے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مملکتِ اسلامیہ کی ریاست کی ذمہ داریاں چلا رہے تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوددارانہ مزاج مبارک معاشی کفالت میں کسی پر بار بن کر رہنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ غزوات میں شریک ہوتے اور اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے مقدر میں جو مالِ غنیمت آتا اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصہ بحیثیت مجاہد لیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشی گزر اوقات کا ذریعہ بنا دیا تھا۔[2]

"دینِ اسلام عزت و وقار کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور وسائل کو اختیار کر کے کسبِ حلال کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام ان فاسد و باطن خیالات کی سختی سے تردید کرتا ہے کہ جس میں بغیر محنت کے رزق کا حصول ہو۔ اسلام اللہ کی ذات پر مکمل بھروسے کا یقینی درس دیتا ہے مگر

---

1 ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پروفیسر محمد کرم رضا، قادری رجوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور، ص:183-182

2 ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی شندی، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، عتیق پبلشنگ ہاؤس اردو بازار، لاہور، ص:340

بغیر محنت کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ مسلمانوں کا شیوہ ہے کہ وہ اسباب کو بروئے کار لائیں۔ یعنی پہلے محنت کریں پھر اچھے نتائج کے لیے اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی پیشے کو حقیر سمجھ لیتے ہیں اور اپنی شان کے مطابق نہیں سمجھتے پھر بھوک و افلاس سے تنگ آ کر لوگوں کے در پر دستِ سوال دراز کرتے ہیں مگر اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے اور حلال ذریعہ معاش اگرچہ چھوٹا سا پیشہ ہی کیوں نہ ہو پسند کرتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زکوۃ اور خیرات کو پیشہ بنا لیتے ہیں اور پھر انھیں مانگنے کی اس قدر لت پڑ جاتی ہے کہ نہ وہ کوئی کام کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ وہ مانگنے میں کسی قسم کی شرم محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب جس کے اچھے اور ہاتھ پاؤں کے تندرست ہوتے ہیں جو لوگوں کے سامنے غریبی کا جھوٹا رونا روتے ہیں۔ چاپلوسی، جی حضوری اور خوشامد کا سہارا لے کر مالداروں کے گرد منڈلاتے ہیں اور بھیک کے ٹکڑوں پر گزارا کرتے ہیں لیکن محنت کی روٹی توڑنا گوارہ نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے متعلق اسلام کا فیصلہ ہے کہ جب تک تندرست ہیں، کمانے کی سکت رکھتے ہیں۔ انھیں زکوٰۃ و خیرات کا کوئی حق نہیں ہے۔"[1]

"ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان آدمی ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا افسوس یہ اتنی صبح سویرے خدا کی راہ میں اٹھا ہوتا تو رسول ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیوں کہ اگر وہ خود یا اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کو خلق سے بے پرواہ کرنے جاتا ہے تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خلق سے بے پرواہ ہونے کو یا اپنے پڑوسیوں کے ساتھ یا غریبوں کے ساتھ بھلائی کرنے کو دنیا میں طلب حلال کرتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح منور اور تاب ہوگا۔ اور فرمایا کہ سچا سوداگر قیامت کے دن صدیقوں اور شہدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور فرمایا کہ پیشہ ور مسلمان کو اللہ دوست رکھتا ہے اور فرمایا کہ پیشہ ور کمائی سب چیزوں سے زیادہ حلال ہے۔ اگر وہ نصیحت بجالائے اور فرمایا کہ سوداگری کرو کیوں کہ روزی کے دس ٹکڑے ہیں۔ نو فقط سوداگری میں ہیں اور فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے پوچھ تو کیا کام کرتا ہے۔ اس نے کہا عبادت کرتا ہوں، پوچھا قوت

---

1 ۔ اسلام میں غربت کا علاج، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، علی پبلی کیشنز، زبیدہ سینٹر 40 اردو بازار، لاہور، ص:77-73

کہاں سے لاتا ہے۔ اس نے کہا میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے قوت مہیا کرتا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسب نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں بھیجتا یعنی اس امر کی اسے قدرت ہے مگر کسی حیلہ سے روزی دینا اسکی عادت ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی بیٹا کسبِ حلال نہ چھوڑنا کہ جو شخص خلق کا محتاج ہو جاتا ہے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے۔ عقل ضعیف ہو جاتی ہے، مروت زائل ہو جاتی ہے۔ لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔"[1]

1 ۔ کیمیائے سعادت، مولانا فخر الدین احمد صدیقی، کتب خانہ شان اسلام راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور، ص:189

خلاصہ

کسبِ حلال کے حصول پر تاکید جس قدر اسلام میں ہے دیگر کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ اللہ نے حلال و جائز رزق کمانے کا حکم دیا ہے۔ جملہ انبیاء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کسب کیا، یوں ان کی امتوں کے لیے یہ سنتِ مبارکہ بھی ٹھہری اور تعلیماتِ انبیاء بھی۔ خود آپ ﷺ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمائی کہ اپنے ہاتھوں سے محنت شاقہ کے بعد حاصل کیا ہوا رزق حلال طیب و اعلیٰ ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی گداگری کی حد درجہ مذمت کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خود ہاتھ سے کمائی کرنے والے کو بہت پسند فرمایا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے کسب حلال کے لیے بے حد زور دیا۔ انصاری رسول ﷺ کی بارگاہ میں سوال کی عرض سے آئے تھے۔ انکا سوال کرنا گناہ نہ تھا۔ کیونکہ ان کا تمام مال ایک پیالہ اور ایک کمبل تھا۔ کھانے کے لیے گھر پر کچھ نہ تھا اس کے باوجود رسول ﷺ نے اسے سوال کی ذلت سے بچا کر کسب حلال کی ترغیب دی۔ رسول ﷺ کے اس فعل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حتی الامکان سوال کرنے سے گریز کرنا چاہیئے۔

احادیث مبارکہ میں بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں۔ کہ جن میں دست سوال دراز کرنے کو ناپسند فرمایا گیا ہے اور کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے۔

کفالت کا مطلب ہے "ذمہ داری اٹھانا"، "ضمانت لینا" اور عامہ کا مفہوم ہے "تمام کے لیے "یعنی تمام (مستحق افراد) کی ذمہ داری اٹھانا۔۔ اسی لیے اسلامی نظام کفالت عامہ میں تمام شہریوں کی بلا تخصیص مذہب، رنگ و نسل، سماجی و معاشی حاجات کے کفالت کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے معاشرے کی بنیاد اخوت و خیر خواہی اور خیر سگالی پر رکھی اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں اسلامی کفالت عامہ کا ایک بے مثال و بے نظیر نظام قائم کیا گیا۔ ان ادوار میں مستحقین کی جس طریق پر کفالت کی گئی اس کی مثال بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اسلام کا معاشی نظام ایک ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ یہ نظام دنیائے انسانی کی صرف معاشی فلاح ہی کا خواہش مند نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علم بردار ہے۔ معیشت اسلامی ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کسب معاش کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ ناکارہ، بے کار اور بلاوجہ دوسروں پر بوجھ بننے والوں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ ہر فرد اسلام کے معاشی و اخلاقی اصولوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ کمائے۔ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرے اور جو کچھ زائد از ضرورت ہو وہ رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور معاشرے کے پس ماندہ، نادار اور حاجت مند لوگوں کی کفالت پر خرچ کرے تاکہ معاشرے میں بتدریج معاشی ناہمواریوں کا سدِباب ممکن ہو سکے، اور ایک صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں آئے۔

کفالت کی عمومی (بنیادی) طور پر دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ کفالت عامہ، کفالت خاصہ

اسلام نے معاشرتی توازن کے قیام کے لیے جہاں حکومت کو عوام الناس کی کفالت عامہ کا بلا تخصیص مذہب وملت اور رنگ ونسل کفالت عامہ کا حکم دیا ہے وہیں ذاتی حیثیت میں لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے یتامیٰ، مساکین اور حاجت مندوں کی ضروریات لازمہ کی تکمیل (کفالت کاصہ) کے لیے امراء وصاحب ثروت افراد کی توجہ مبذول کروائی ہے اور ان کے احساس ذمہ داری کو احسن طریق سے اجاگر کیا ہے۔ اسلامی معاشی نظام ایک ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ یہ نظام دنیائے انسانی کی صرف معاشی فلاح ہی کا خواہش مند نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علم بردار بھی ہے۔ معاشرے کے ایسے افراد جو یا تو کسب کے لائق نہیں ہوتے یا پر اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود بقدر ضرورت کما نہیں سکتے، چنانچہ حکومت اسلامی اپنے ذرائع آمدنی سے ایسے افراد کی کفالت سرانجام دیتی ہے۔ اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مال دار کے خاص مال میں سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے حتی الامکان گداگری کی مذمت فرمائی ہے اور اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بے شمار ہدایات بھی دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ نے کسبِ حلال اور محنت کرنے والے کی بہت حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے محنت سے حلال کمانے والے کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ مگر آج ہم مسلمان نبی رحمت کی تعلیمات کے برعکس چل رہے ہیں۔ اسلام نے روزِ اوّل سے ہی کسبِ معاش کو ضروری قرار دیا۔ قرآن پاک میں اللہ کی بندگی سے فارغ ہونے کے بعد کسبِ معاش کی کوششوں کا حکم دیا اور اسے فضلِ الٰہی سے تعبیر کیا۔

محنت کرنا انبیاء کرام کی سنت ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ احترام کے قابل انسان انبیاء کرام ہی ہیں۔ ان تمام حضرات نے اپنے ہاتھ ہی سے کما کر کھایا۔ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں فرمایا

آپ ﷺ کی تعلیمات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول ﷺ نے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے خودداری کی ترغیب دی۔ ایک شخص کہ جس کے گھر کا کل سامان ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہو۔ آپ اُسے بھی محنت کرنے کی ترغیب دیں کیوں کہ وہ صحت مند ہے، معذور نہیں۔ کسبِ حلال اور عزتِ نفس کا درس دیں اور محنت کی عظمت بتائی جس پر عمل کر کے وہ چند دنوں میں خوش حال ہو گیا۔ رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے خودداری اور محنت کی کتنی ترغیب دی اور اس کے ساتھ ساتھ دستِ سوال دراز کرنے کو کس قدر بُرا تصور کیا۔

باب چہارم: پاکستان میں گداگری کے خاتمے کی کوششوں کا جائزہ

فصل اوّل: قانونی اقدامات

فصل دوم: انتظامی اقدامات

فصل سوم: گداگری کے خاتمے کے لیے متبادل ذرائع اور عملی اقدامات

فصل اوّل:

قانونی اقدامات

"گداگری" اس وقت پاکستان کا ایک بہت بڑھتا ہوا مسئلہ ہے۔ جس پر قابو پانا حکومت کے بنیادی اہداف میں سے ایک ہے۔ اس کے لیے کئے جانے والے حکومتی اقدامات میں سر فہرست وہ قوانین ہیں جو اس مد میں وضع کئے جاتے ہیں۔ حال ہی میں 6 جون 2020 کو سینٹ میں ایک بل پیش کیا گیا۔ اس بل میں انسداد گداگری پر بہت زور دیا گیا تا کہ معاشرے کو اس قابل مذمت فعل سے پاک کیا جا سکے۔ یہ بل اسلام آباد، دارالخلافہ میں بھیک پر پابندی سے متعلق قانون وضع کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کا نام "اسلام آباد امتناع بھیک ایکٹ 2020" ہے۔ اور یہ فی الفور نافذ العمل ہوا۔ اس کا متن و تفصیلات درج ذیل ہیں۔

Introduced on:06-01-2020

(AS INTRODUCED IN THE SENATE)

A

BILL

To provide for the prevention of begging, detention, training and employment of beggars and their dependents in Certified Institutions and the custody, trial and punishment of beggar offenders.

WHERESAS it is expedient to prohibit the tradition of beggary in order to maintain good conduct and morality of general public, for preventing beggary and making beggars good citizens: ...

It is hereby enacted as follows: –[1]

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:1, INTRODUCED ON 06-01-2020.

(سینٹ میں پیش کردہ صورت میں)

بھکاریوں کے بھیک مانگنے کا تدارک، نظر بندی، تربیت اور ان کے زیرِ کفالت اراکین کی مستند اداروں میں ملازمت اور بھکاری مجرمان کی حراستگی، سماعت اور سزا کے لیے قانون وضع کرنے کا ایک بل

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بھیک کاروایت پر ممانعت کی جائے تاکہ بھیک مانگنے کو روکا جائے اور بھکاریوں کو بہتر شہری بنانے کے لیے خلاف عامہ اور بہتر چال چلن کو برقرار رکھا جائے اور چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلام آباد دارالخلافہ میں بھیک پر پابندی کے لیے یکساں اور بہتر دفعات کے لیے بھکاریوں سے متعلق قانون کو یکجا کرنے اور ترمیم کرنے کے اور بھکاری مجرمان کی حراستگی، سماعت اور سزا کے لیے یہ اور دیگر مقاصد کے لیے اور ان کے زیرِ کفالت اراکین کی بعض اداروں میں تربیت ملازمت اور نظر بندی کے لیے قانون وضع کیا جائے۔

اسے حسبِ ذیل وضع کیا جاتا ہے۔

1. **Short title, extent and commencement. –**

(1) This act may be called the Islamabad Prevention of Beggary Act, 2020.

(2) It shall be applicable in the Islamabad Capital Territory.

(3) It shall come into force at once. [1]

1) مختصر عنوان، وسعت اور آغاز نفاذ:

1) ایکٹ ہذا اسلام آباد متناع بھیک ایکٹ 2020 سے موسوم ہو گا۔

2) اس کا اطلاق اسلام آباد دارالخلافہ تک ہو گا۔

3) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

2. **Definitions. –** In this Act, unless the context otherwise requires, –

(a) means: –

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:1, INTRODUCED ON 06-01-2020.

(i) Soliciting or receiving alms in a public place, whether or not under any pretense such as fortune telling, performing tricks, selling articles or frequently by knocking at the window panes of vehicles waiting on signals or sometimes forcefully cleaning the windscreen of vehicles in order to seek alms;

(ii) Having no visible means of subsistence and wandering about or remaining in any public place in such condition or manner as makes it likely that the person doing so exits by soliciting or receiving alms;

(iii) Entering no any private premises for the purposes of soliciting or receiving alms;

(iv) Exposing or exhibiting, with the object of obtaining or extorting alms, any sore, wound injury, deformity or disease, whether of a human being or of an animal; or

(v) Allowing oneself to be used as an exhibit for the purpose of soliciting or receiving alms;

But does not include soliciting or receiving money or food or gifts for a purpose authorized by any law, or authorized in the manner prescribed; ... [1]

2) تعریفات:

اس ایکٹ میں تاوقتیکہ سیاق سے بصورت دیگر مطلوب ہو:

الف) "بھیک" سے مراد:۔

(i) عوامی مقامات میں خیرات مانگنا؛ آیا کسی اس تاثر میں ہو یا نہ ہو کہ مقدر کے بارے میں پیش گوئی کرے، کوئی کرتب دکھائے، اشاروں پر کھڑی گاڑیوں کے انتظار کے وقت شیشوں کو کسی چیز کے فروخت کرنے یا اکثر طور پر کھٹکھٹانے یا گاڑیوں کے شیشوں کو خیرات مانگنے کی غرض سے زبردستی بعض اوقات دھولے۔

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:2, INTRODUCED ON 06-01-2020.

(ii) کسی عوامی مقام پر ایسے حالات یا طریقے سے گھومے پھرے اور کاروبار کے کوئی ذرائع نہ ہوں، کہ اس سے معلوم ہو کہ ایسا شخص کسی خیرات کے مانگنے کی غرض سے پھر رہا ہے۔

(iii) خیرات مانگنے یا حاصل کرنے کے مقاصد کے لیے کسی نجی احاطے میں داخل ہوں۔

(iv) خیرات حاصل کرنے یا حاصل کرنے کی کوشش میں ایسا تاثر دینا یا دینے کی نمائش کرنا کہ کوئی زخم، پھوڑہ، شکل بگاڑنا یا بیماری آیا انسانی صورت میں ہو یا جانور کی شکل میں ہو؛ یا

(v) خیرات حاصل کرنے کے مقصد کے لیے کسی کو بطور نمائش دکھانے کی اجازت دینا؛

لیکن کسی قانون کی جانب سے مجاز کردہ مقصد کے لیے یا وضع کردہ طریقہ سے مجاز شدہ کے تحت کوئی تحفہ حاصل کرنا یا خوراک لینا یا کوئی رقم لینا یا اس کی کوشش کرنا شامل نہیں ہے؛

(ب) "مستند گھر" سے مراد ہے وفاقی حکومت یا اس کی ایماء پر دیگر اختیار کردہ ذیلی ادارہ جو کوڑیا کسی دیگر جراثیمی یا متعدی بیماری میں مبتلا بھکاری کے لینے کے لیے موزوں مقام ہو وفاقی حکومت کی جانب سے اس ضمن میں نوٹیفکیشن کیا گیا ہو؛

(ج) "مستند ادارہ" سے مراد ہے کوئی ادارہ جو وفاقی حکومت کی جانب بھکاریوں اور ان کے زیر کفالت افراد کو نظر بندی، تربیت اور ملازمت فراہم کرتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اس میں مستند گھر، خصوصی گھر یا ورک ہوم شامل ہیں؛

(د) "چیف انسپکٹر" سے مراد دفعہ 14 کے تحت تقرر کردہ کوئی فرد مستند اداروں کا چیف انسپکٹر ہو گا؛

(ہ) "بچہ" سے مراد 16 سال سے کم شخص ہے؛

(ز) "سرپرست" سے مراد کوئی فرد جو والدین کی فوتگی کی غیر موجودگی کی صورت میں کوئی شخص بچے کی دیکھ بھال یا نگہداشت کرے؛

(ح) "والدین" سے مراد بچے کا والد یا والدہ ہے۔

(ط) "پولیس افسر" سے مراد پولیس افسر جو اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے درجے سے کم نہ ہو؛

(ی) "وضع کردہ" سے مراد اس ایکٹ کے تحت بنائے گئے قواعد کے ذریعے وضع کردہ ہو؛

(ک) "پروبیشن افسر" سے مراد دفعہ 14 کے تحت متعین کردہ افسر ہے؛

(ل) "عوامی مقام" میں شامل ہے ریلوے اسٹیشن یا کوئی کھلا مقام جس میں وقتی یا عوام کی رسائی کی اجازت ہو آیا ادائیگی پر یا بصورت دیگر ہو؛

(م) "مخصوص گھر" سے مراد جسمانی طور پر عام ہاتھ کی مزدور کے قابل بھکاریوں کو لینے کے لیے مناسب گھر جس کا وفاقی حکومت نے نوٹیفکیشن کیا گیا ہو؛

(ن) "ورک ہاؤس" سے مراد جسمانی طور پر ہاتھ کی مزدوری کے قابل بھکاریوں کو لینے کے لیے مناسب ہاؤس جس کی وفاقی حکومت نے نوٹیفکیشن کیا گیا ہو؛

3. **Power to require a person found begging to appear before Court**; -

(1) Any police officer or other person authorized in this behalf by the District Magistrate may arrest without warrant any person who is found begging:

Provided that no person found begging on any premises, not being a public place, shall be so arrested or shall be liable to any proceeding under this Act except on a complaint made by the occupier of such premises;

Provided further that in case of a child found begging she/he shall be entrusted to "Certified Institution" established under the said Act.

(2) Such police officer or other person shall take or send the person so arrested to a court.

(3) The provisions of section 61 of the Code of Criminal Procedure 1898, shall apply to arrests made under this section and the officer-in-charge of the Police Station shall cause the arrested person to be kept in the prescribed manner until he is brought before a Court. (1)

(3) عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لیے بھیک مانگتے ہوئے پائے گئے شخص کو طلب کرنے کا اختیار:

(1) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ایما پر اس ضمن میں کوئی پولیس افسر یا مجاز شدہ شخص کسی بھی شخص کو بھیک مانگتے ہوئے پانے کی صورت میں بغیر کسی وارنٹ کے گرفتار کر سکتا ہے؛

بشرطیکہ کوئی شخص جو کسی احاطے میں جو عوامی مقام نہ ہو، بھیک مانگتے ہوئے پایا گیا، تو اس طرح شخص اس طرح گرفتار ہو گا یا اس ایکٹ کے تحت کسی بھی کارروائی کا مستوجب ہو گا ماسوائے ایسے احاطے کے مالک کی جانب سے کی گئی شکایت کے؛

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:3, INTRODUCED ON 06-01-2020.

مزید شرط یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ بھیک مانگتے ہوئے پایا جائے تو اسے اس قانون کے تحت قائم کردہ "مستند ادارے" کے حوالے کیا جائے گا۔

(2) ایسا پولیس آفیسر یا دیگر شخص اس انداز سے گرفتار شخص کو عدالت کو لے جائے گا یا بھیجے گا۔

(3) مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء کی دفعہ 61 کے احکامات کا اس قانون کے تحت کی گئی گرفتاریوں پر اطلاق ہو گا اور تھانے کا نگران افسر گرفتار شدہ شخص کو وضع کردہ انداز کے مطابق رکھنے کا بندوبست کرے گا تاوقتیکہ اسے عدالت کے روبرو پیش کیا جائے۔

4. **Summary** inquiry in respect of **persons found begging and their detention; -** (1) Where a person is brought before a Court under section 3, the Court shall make a summary inquiry in the prescribed manner as regards the allegation that he was found begging.

(2) If the inquiry referred to in sub-section (1) cannot be completed forthwith, a court may adjourn it from time to time and order the person to be remanded to such place and custody as may be convenient.

(3) If on making the inquiry referred to in sub-section (1), the court is not satisfied that the person was found begging, it shall order that such person be released forthwith.... [1]

(4) **بھیک میں ملوث افراد سے متعلق سرسری تفتیش اور ان کی نظربندی:۔**

(1) جہاں کوئی شخص دفعہ 3 کے تحت عدالت کے روبرو پیش کیا جائے، عدالت بھیک میں ملوث ہونے کے الزام سے متعلق وضع کردہ طریقہ کار کے مطابق سرسری تفتیش کرے گی۔

(2) اگر ذیلی دفعہ (1) میں محولہ تفتیش فوری طور پر مکمل نہیں ہو سکتی، تو عدالت اس کو وقتاً فوقتاً ملتوی کر سکتی ہے، اور حکم دے سکتی ہے کہ اس شخص کو ایسی جگہ اور تحویل میں بھیج دیا جائے جہاں اسے سہولت ہو۔

(3) اگر ذیلی دفعہ (1) میں محولہ انکوائری کرنے پر عدالت اس امر پر مطمئن نہ ہو کہ زیر تفتیش شخص بھیک مانگنے میں ملوث ہے، عدالت حکم دے گی کہ ایسے شخص کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

(4) ذیلی دفعہ (1) میں محولہ انکوائری کرنے پر اگر عدالت اس امر پر مطمئن ہو کہ زیر تفتیش شخص بھیک مانگنے میں ملوث تھا، عدالت فیصلہ دے گی کہ وہ شخص بھکاری ہے۔

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:4, INTRODUCED ON 06-01-2020.

(5) ذیلی دفعہ (4) کے تحت عدالت حکم دے گی کہ بھیک مانگنے میں ملوث شخص کو ورک ہاؤس، سپیشل ہوم یا مستند ہوم میں دفعہ 7 کے احکامات کے تحت کم از کم ایک سال اور زیادہ سے زیادہ تین سال کے عرصہ تک نظر بند رکھا جائے:

مگر شرط یہ ہے کہ اگر عدالت کو مقدمے کی صورتِ حال سے یہ اطمینان ہو کہ ایسا شخص دوبارہ بھیک نہیں مانگے گا تو اسے بھیک نہ مانگنے کے حلف نامے پر مناسب سرزنش کے بعد رہا کیا جا سکتا ہے، یقین دہانیوں کے ساتھ یا ان کے بغیر جیسا عدالت چاہے گی، بھکاری یا کسی دیگر شخص سے جسے عدالت مناسب سمجھے۔

(6) اس دفعہ کے تحت حکم جاری کرتے ہوئے عدالت مندرجہ ذیل معاملات کو ملحوظِ خاطر رکھے گی:

(الف) بکاری کی عمر اور کردار؛

(ب) وہ ماحول اور حالت جس میں بھکاری رہ رہا ہو؛

(ج) تفتیشی افسر کی جانب سے تیار کردہ رپورٹ؛ اور

(د) سے دیگر معاملات جو عدالت کی نظر میں بھکاری کے مفاد میں قابلِ غور سمجھے۔

(7) تفتیشی افسر کی رپورٹ یا عدالت کی جانب سے زیر غور لائی گئی کوئی دیگر رپورٹ خفیہ تصور ہو گی؛

مگر شرط یہ ہے کہ ایسی رپورٹ کا تعلق بھکاری کے کردار، صحت یا چال چلن سے ہو یا اس ماحول اور حالات سے ہوں جس میں بھکاری رہ رہا ہو، عدالت، اگر مصلحت سمجھے، اس کی تفصیلات بھکاری کو فراہم کر سکتی ہے یا زیر کفالت کی صورت میں اس کے والدین یا متعلقہ سرپرست اور بھکاری یا اس کے سرپرست کو، جو بھی صورت ہو کو ایسے شواہد پیش کرنے کا موقع دے سکتی ہے جو رپورٹ میں شامل معاملات سے متعلق ہوں۔

(7) ذیلی دفعہ (5) کے تحت صادر کردہ حکم کی نقل فوری طور پر عدالت کی جانب سے چیف انسپکٹر کو بھجوائی جائے گی۔

5. **Penalty for begging after detention as beggars: –** (1) Whoever having been previously detained in a Certified Institution in accordance with the provisions of section 4 is found begging, shall on conviction be punishable as is hereinafter in this section provided.

(2) When a person is convicted for the first time under sub-section (1) the court shall order him to be detained in Certified Institution for not less than three years and not more than seven years and may convert any period of such detention not exceeding one year into a sentence of imprisonment extending to a like period.

(3) When a person is convicted for the second or subsequent time under subsection (1), the court shall order him to be detained for a period of ten years in the Certified Institution and may convert any period of such detention not exceeding two years into a sentence of imprisonment extending to a like period. (1)

(5) بطور بھکاری نظر بند ہونے کے بعد بھیک مانگنے کی سزا:

(1) جو کوئی جس کو پہلے دفعہ (4) کے تحت بھیک مانگنے میں ملوث کی بناء پر کسی مستند ادارے میں نظر بند رکھا گیا ہو کو وہ سزا دی جائے گی جو اس دفعہ میں بعد ازاں متعین کی گئی ہے۔

(2) جب کسی شخص کو ذیلی دفعہ (1) کے تحت پہلی دفعہ سزا سنا دی جائے عدالت حکم دے گی کہ اسے کم از کم تین سالوں اور زیادہ سے زیادہ سات سالوں تک کسی مستند ادارے میں نظر بند رکھا جائے اور ایسی نظر بندی کا کوئی عرصہ جس کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک سال ہو کو قید کی سزا میں تبدیل کر سکتی ہے جس میں اتنی ہی مدت کی توسیع کی جا سکتی ہے۔

6. **Power of court to detain dependents of convicted beggars: -** When the court has ordered the detention of a person in a Certified Institution under section 4 or section 5 it may, after making such inquiry as it thinks fit, order any other person who is wholly dependent on such person to be detained in a Certified Institution for a like period:

Provided that before such an order is made such dependent person or his parent or guardian, as the case may be, shall be given an opportunity of showing cause why it should not be made. (2)

(6) سزا یافتہ بھکاریوں کے زیر کفالت کو تحویل میں لینے کا عدالت کا اختیار:

جب عدالت دفعہ 4 اور دفعہ 5 کے تحت کسی شخص کو کسی مستند ادارے میں نظر بندی کا حکم صادر کرتی ہے تو عدالت، ایسی انکوائری کے بعد جو یہ مناسب سمجھتی ہے، کسی دیگر شخص جو ایسے شخص کا مکمل طور پر زیر کفالت ہو، کسی مستند ادارے میں اتنے ہی عرصے کے لیے نظر بند کرنے کا حکم دے سکتی ہے:

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا حکم صادر کرنے سے قبل کہ ایسا زیر کفالت شخص یا اس کے والدین یا سرپرست، جو بھی صورت ہو، کو اس امر کا موقع دے گی کہ ایسا حکم کیوں صادر نہیں کرنا چاہیے۔

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:4, INTRODUCED ON 06-01-2020.
2 Ibid, P:4

7. Report of Medical Officer before committal: – (1) The court which finds a person to be guilty of an offence of begging under section 4 or section 5, shall before passing any sentence of his committal to a Certified Institution, send such person to the Medical Officer in charge of the federal public hospital, if any, and call for a report about his age, physical capacity for ordinary manual labor and also whether he is suffering from any infectious or contagious disease...[(1)]

(7) تحویل میں دینے سے قبل میڈیل افسر کو رپورٹ:۔

(1) عدالت جو کسی شخص کو دفعہ 4 یا 5 کے تحت ملوث پاتی ہے تو عدالت اسے کسی مستند ادارے کی تحویل میں دینے کا حکم صادر کرنے سے قبل ایسے شخص کو وفاقی سرکاری ہسپتال کے، اگر کوئی ہو، کے نگران میڈیکل افسر کو بھیجے گی۔
اس کی عمر، جسمانی مشقت کے لیے اس کی جسمانی استداد، اور آیا وہ کسی متعدی یا وبائی مرض کا شکار تو نہیں۔

(2) اگر میڈیکل افسر اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مذکورہ شخص بچہ نہیں ہے جسمانی طور پر عام جسمانی مشقت کے قابل ہے اور کسی متعدی یا وبائی مرض کا شکار نہیں ہے، تو عدالت ایسے شخص کو قید پابندی کی مدت پوری کرنے کے لیے کسی ورک ہاؤس میں بھیجا جا سکتا ہے۔

(3) اگر میڈیکل افسر کی بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مذکورہ شخص بچہ ہے، اور جسمانی طور پر جسمانی مشقت کرنے کے لائق نہیں ہے لیکن کسی متعدی یا وبائی مرض کا شکار نہیں ہے تو قید پابندی پوری کرنے کے لیے عدالت اس کو اسپیشل ہوم میں بھیج سکتی ہے۔

(4) اگر میڈیکل افسر بیان کرتا ہے کہ مذکورہ شخص کسی متعدی یا وبائی مرض کا شکار ہے تو عدالت اس کو قید پابندی کی مدت پوری کرنے کے لیے کسی تصدیق شدہ مرکز میں بھیج سکتی ہے، اور اگر ایسے افراد کے استقبال کے لیے ایسا کوئی مرکز نہ ہو تو عدالت مزید انکوائری ورک کر اس کو رہا کر سکتی ہے۔

8. **Punishment for escape from a Certified Institution. –** Whoever escapes from a Certified Institution to which he has been committed on conviction under the provisions of this Act before the expiry of the period for which he has been committed shall be punishable with fine which may extend to one hundred rupees or with imprisonment which may extend to three months.[(2)]

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:5, INTRODUCED ON 06-01-2020.
2 Ibid, P:5

(8) سند یافتہ ادارے سے سزا سے فرار:۔

اس ایکٹ کی دفعات کے تحت جرم ثابت ہونے پر سزا پانے والا جو بھی شخص قید پابندی کی مدت پوری ہونے سے قبل اس سند یافتہ ادارے سے فرار ہو جائے گا وہ جرمانے کی رقم میں ایک لاکھ روپے تک اضافے یا قید میں تین ماہ کے اضافے تک قابل سزا ہو گا۔

9. **Penalty for employing or causing persons to beg or using them for purposes of begging.-** Whoever employs or causes, any person to solicit or receive alms, or whoever, having the custody, charge, care of a child, connives at or encourages the employment or the causing of a child to solicit or receive alms or whoever uses another person as an exhibit for the purposes of begging, shall on conviction be punished with imprisonment for a term which may extend to three years but which shall not be less than one year. (1)

(9) افراد کو بھیک مانگنے، یا ان کو بھیک مانگنے کے مقاصد کے لیے کام پر لگانے یا مجبور کرنے کی سزا:۔

جو کوئی بھی کسی فرد کو خیرات مانگنے یا وصول کرنے کے لیے کام پر لگائے گا یا اس کا سبب بنے گا، یا جس کے پاس کسی بچے کی نگہبانی، اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہو گی۔ کسی اگر بچے کو بھیک مانگنے یا خیرات وصول کرنے کی غرض کام پر لگائے یا اس کا سبب بنے کی حوصلہ افزائی کرے گا، یا جو بھی کسی دوسرے فرد کو بھیک مانگنے کے مقاصد کے لیے بطور نمائش استعمال کرے گا، جرم ثابت ہونے پر اس کی قید کی سزا ہو گی جو ایک سال سے کم نہ ہو گی، اور تین سال تک بڑھائی جا سکے گی۔

10. **Bonds taken under Act V of 1998.-** The provisions of Chapter XLII of the code of Criminal Procedure, 1998, shall, so far as may be, apply to bonds taken under this Act. (2)

(10) 1898 کے ایکٹ 5 کے تحت لیے گئے مچلکے:۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898 کے باب 11 کی دفعات کا اطلاق جہاں تک ہو اس ایکٹ کے تحت لیے گئے مچلکوں پر ہو گا۔

11. **Appeals. -** So, the purposes of appeal and revision under the Code of Criminal Procedure, 1898, an order of detention under this Act shall be deemed to be a sentence of imprisonment for the same period. (12)

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:5, INTRODUCED ON 06-01-2020.

2 Ibid, P:5

(11) اپیل:۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898 کے تحت اپیل کے مقاصد یا نظر ثانی کے لیے، اس ایکٹ کے تحت، حراست کا حکم نامہ، اسی مدت کے لیے قید کی سزا سمجھا جائے گا۔

12. **Power of State Government to release from Certified Institutions.-** if the Federal Government at any time, or its own motion or on application made to it, is satisfied that a person convicted under section 4 or section 5 and committed to a Certified Institution has been cared of a disease or is in a fit state of health to earn his living or is otherwise fit to be discharged before the expiry of the period for which he has been commence, the Federal Government may, be order, direct that the person so detained shall be released subject to such restrictions and conditions, if any, as any he specified in the order. (1)

(12) سند یافتہ اداروں سے رہائی دینے میں سرکاری مشینری کا اختیار:۔

اگر کسی وقت حکومت اپنی ہی کسی تحریک، یا اسکو دی گئی درکواست پر مطمئن ہو کہ دفعہ 4 اور دفعہ 5 کے تحت مجرم ثابت کیا گیا شخص جو کسی سند یافتہ ادارے میں داخل کیا گای ہو، مرض سے نجات پا چکا ہے، یا جسمانی طور پر صحت مند ہے کہ اپنا روزگار کما سکے، یا بصورت دیگر اس مدت جس کے لیے اس کو پابند کیا گیا ہے۔ اس کے ختم ہونے سے قبل ہی اس کو صحت مند قرار دے کر آزاد کیا جانا ہو، وفاقی حکومت، ایک حکم نامے کے ذریعے ہدایت جاری کر سکتی ہے۔ زیر حراست شخص کو ایسی پابندیوں اور شرائط اگر کوئی ہیں، کے تحت رہا کیا جائے جیسا کہ حکم نامے میں درج ہیں۔

13. **Provisions of Certified Institutions. -** (1) The Federal Government may provide and maintain one or mor Certified Institutions at such place or places as it of his Act, any such Certified Institution may include provision for the teaching of Agricultural, Industrial and other pursuits, and for the general education and medical care of the inmates.

(2) Every Certified Institution shall be under the charge of Superintendent. (2)

(13) سند یافتہ اداروں کی شرائط:۔

(1) وفاقی حکومت ایک یا ایک سے زائد سند یافتہ ادارے ایسی جگہ یا جگہوں پر مہیا کر سکتی یا ان کی دیکھ بھال کر سکتی ہے، اور اس ایکٹ کے مقاصد کے لیے کسی بھی ادارے کی توثیق بطور سند یافتہ ادارہ کر سکتی ہے۔ ایسے کسی بھی سند یافتہ

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:6, INTRODUCED ON 06-01-2020.
2 Ibid, P:6

ادارے میں زراعتی، صنعتی اور دیگر مشاغل کی تعلیم، اور عمومی تعلیم کے لیے، اور قیدیوں کی طبی دیکھ بھال کی شرائط شامل ہوں گی۔

(2) ہر سند یافتہ ادارہ ایک منتظم کے تحت ہو گا۔

14. **Visiting committee.** – For every Certified Institution, the Federal Government shall appoint a Visiting Committee in such manner as may prescribed and assign such cowers, duties and functions to the Committee as may be prescribed. (1)

(14) وزیٹنگ کمیٹی۔

ہر سند یافتہ ادارے کے لیے وفاقی حکومت ایک وزیٹنگ کمیٹی ایسے طور پر تشکیل دے گی جیسا کہ وضع کردہ کمیٹی میں اختیارات، فرائض اور کام تفویض کیے جاتے ہیں۔

15. **Advisory committee.** –

(1) The Federal Government may, constitute an Advisory Committee consisting of such persons, exceeding twenty-one in number, as it may be appointed:

Provided that where a local authority has agreed to render such financial assistance is the Federal Government may consider proper in each case for the maintenance of Certified Institutions in which beggars from the area subject to the such number of persons as it deems fit on the Advisory Committee for such area representing the local authority... (2)

(15) مشاورتی کمیٹی:۔

(1) وفاقی حکومت ایسی مشاورتی کمیٹی تشکیل دے سکتی ہے جو ایسے اشخاص پر مشتمل ہو جن کی تعداد اکیس (21) سے زائد ہو، جیسا کہ اس کو تعینات کیا جا سکتا ہے۔

بشرطیکہ جہاں ایک مقامی اتھارٹی ایسی مالیاتی معاونت پر رضامندی ظاہر کرے جیسا کہ وفاقی حکومت خیال کرے کہ وہ ایک سند یافتہ ادارے کی دیکھ بھال کے لیے مناسب ہے جہاں مقامی اتھارٹی کی عملداری سے مشروع علاقے

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:6, INTRODUCED ON 06-01-2020.
2 Ibid, P:7

کے بھکاریوں کو قید رکھا جاتا ہے۔ وفاقی حکومت ایسے علاقے کے لیے ایسی تعداد میں مشاورتی کمیٹی کے لیے افراد تعینات کرے گی جو مقامی اتھارٹی کی نمائندگی کرتے ہوں۔

(2) ذیلی دفعہ (1) کے تحت کسی علاقے کے لیے تشکیل کردہ مشاورتی کمیٹی، یا اس کو کوئی بھی رکن اس ادارے کے منتظم کو باقاعدہ نوٹس بھجوانے کے بعد تمام مناسب اوقات میں اس سند یافتہ ادارے کا دورہ کر سکتا ہے جہاں اس علاقے کے بھکاریوں کو قید رکھا جاتا ہے۔

(3) ایڈوائزری کمیٹی درج ذیل اقدامات بھی کر سکتی ہے۔

(الف) چیف انسپکٹر وفاقی حکومت کی جانب سے مخصوص کردہ کسی دیگر افسر کے ذریعے کسی تسلیم شدہ ادارے یا عملے کے حوالے سے تجویز دے سکتی ہے۔

(ب) مقامی علاقہ میں کسی یا تمام تسلیم شدہ ادارہ جات کے عائد کردہ اور غیر عائد شدہ اخراجات چندہ جمع کرنا یا پھر جہاں سے فقیروں کو روک لیا جائے وہاں سے وضع کردہ طریقہ کار سے ان میں سے جمع کردہ رقوم کو تقسیم کرنا۔

(ج) علاقے میں کسی ادارے کے تسلیم شدہ ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے وفاقی حکومت کو تجویز کرنا۔

(د) ایکٹ ہذا پر عمل درآمد کے حوالے سے وفاقی حکومت کو عام طور پر تجویز دینا اور بالخصوص اس حوالے سے جس کا چیف انسپکٹر یا وفاقی حکومت کے مخصوص کردہ افسر کی جانب سے حوالہ دیا گیا ہو۔

16. **Power to make raise.** – The Federal Government may, by notification and subject to the condition of prevision publication, make rules for caring out the purposes of this Act. [1]

(16) قواعد تشکیل دینے کے اختیار:۔

وفاقی حکومت بذریعہ نوٹیفکیشن اور سابقہ اشاعت کے شرط کے تابع ایکٹ ہذا کے اعتراض سے ایسے قواعد تشکیل دے سکتی ہے۔

STATEMENT OF OBJECTS AND REASONS

Islamabad has witnessed a rising number of beggars on the streets and in squares recently. Some avenues and boulevards like Constitution Avenue or Margalla Road may be free of the nuisance of beggars but other areas, especially in the outskirts of the sites beggars can be seen frequently. Some Laboure's can also be seen begging, particularly in the evening. Usually, peaceful plans of strolling or sitting outdoors are ruined by the constant persistence of these beggars. This forms a negative impression on the visitors as well. People who visit Islamabad mostly complain that's its very awkward

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:7, INTRODUCED ON 06-01-2020.

for them to see such activity in the capital of Pakistan. The Government should take serious steps to stop such activity, although the Interior Ministry has been established squads for anti-begging. But even then, strict regulatory mechanism is required under the law to control this social evil... [1]

(SENATOR MIAN MUHAMMAD ATEEQ SHAIKH)
MEMBER-IN-CHARGE

بیان اغراض ووجوہ

اسلام آباد میں سڑکوں اور اسکوئرز کے گردونواح میں فقیروں کی بڑھتی تعداد دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ چند ایک مقامات ایسے ہیں جیسا کہ شاہراہ دستور یا مارگلہ روڈ جہاں فقیر نظر نہیں آتے۔ باقی شہر بھر میں فقیروں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ شام کے اوقات میں کچھ مزدوری کرنے والے لوگ بھی بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور زیادہ تر باہر سکون کا وقت گزارنا یا کہیں بیٹھنا ایک عذاب بن جاتا ہے اور اس سے شہر کو دیکھنے کے لیے سیاحوں کے ذہن میں بھی بہت بُرا تاثر جنم لیتا ہے۔ یہاں گھومنے کے لیے آنے والے لوگ اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اسلام آباد جو کہ دارالحکومت ہے۔ یہاں بھی اس طرح سے فقیر نظر آنا نہایت بُرا لگتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس پر قابو پائے۔ اگرچہ وزارت داخلہ نئے اینٹی بیگنگ اسکواڈز قائم کیے ہیں لیکن پھر بھی اس سماجی بُرائی کی روک تھام کے لیے قانون کے تحت سخت انضباطی طریقہ کار اپنانے کی ضرورت ہے۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں تقریباً تین طرح کے فقیر ہیں۔ پیشہ ور فقیر جن کی بڑی تعداد دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ رونے دھونے کے ذریعے مذہب اور انسانیت کے نام پر بھیک مانگتے ہیں اور تلاوت یا نعت سنا کر ہماری توجہ اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہ باقاعدہ تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اور صحت مند ہونے کے باوجود بیماری کا بہانہ کرتے ہیں۔ کچھ اور ایسے ہوتے ہیں جن کی ٹانگیں یا بازو ٹوٹے ہوئے ہیں یہ کہیں پڑے یا بیٹھے ہوتے ہیں جن کو کوئی دوسرا صحت مند شخص چلا رہا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ زمین یافٹ پاتھ پر رینگ کر چل رہے ہوتے ہیں جن کو روزمرہ میں بازاروں، مرکز یا یوٹرنز وغیرہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

بل ہذا کا مقصد قانون کے تابع رہتے ہوئے تمام تر صورتوں میں اس کا خاتمہ لانا ہے اور کوئی ایسا طریقہ کار وضع کرنا ہے جس کے ذریعے ضرورت مند افراد کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ اس حوالے سے حکومتی طریقہ کار نوعیت کے حساب سے ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مافیا کی صورت میں بھکاریوں کو گرفتار کر کے ان کو سزائیں دینی چاہییں۔ باقی مجبوری میں نکلنے والے افراد کے لیے ایسی حکمت عملیاں ہوں جن سے ان کے مسائل کا تدارک ہو اور وہ معاشی طور پر مستحکم ہو سکیں۔

---

1 AS INTRODUCED IN THE SENATE, A BILL, P:8, INTRODUCED ON 06-01-2020.

تسلیم شدہ گھروں، دارالامان یامشقت کے مراکز کی صورت میں تسلیم شدہ اداروں کے قیام کا مقصد اس بل کے ذریعے وضع کیا گیا ہے تاکہ مجبوری کے طور پر بھیک مانگنے والے افراد کی طبی، سماجی اور ملازمتی ضروریات کا ازالہ ہو۔ ان افراد کو کافی خطرات لاحق ہیں۔ تسلیم شدہ ادارہ جات ان کے ملازمتی ضروریات کا زراعت، صنعت اور دیگر شعبوں کے ذریعے ازالے کے ساتھ ساتھ تعلیم اور طبی سہولیات فراہم کریں گے۔

بل ہذا کو مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔

(سینیٹر میاں محمد عتیق شیخ)

رکن انچارج

پاکستان کے دارلحکومت اسلام آباد میں 6 جون 2020 کو سینٹ میں یہ بل پیش کیا گیا اور اس بل میں انسداد گداگری پر بہت زور دیا گیا تھا تاکہ معاشرے کو سا قابل مذمت فعل سے پاک کیا جاسکے مندرجہ بالا بل "اسلام آباد امتناع بھیک ایکٹ 2020ء" ہے اور یہ فی الفور نافذ العمل ہوا۔

- اس بل میں بھکاریوں کے بھیک مانگنے کے تدارک، ان کی نظر بندی، تربیت اور زیر کفالت اراکین کی مستند اداروں میں ملازمت اور بھکاری مجرمان کی حراست اور سماعت کے لئے قانون وضع کیا گیا۔
- اس وضع کردہ قانون پر اگر بنظر غایت مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس کے نفاذ کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہیں اور اس کو مؤثر بنانے کے لئے مزید اقدامات کی فی الفور ضرورت ہے۔
- اس قانون میں بھیک کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس کے مطابق بھیک کا اطلاق عوامی مقامات پر خیرات مانگنے سے تعبیر ہے اس کے علاوہ مستند گھر، مستند ادارہ، چیف انسپکٹر، بچہ، سرپرست، والدین، پولیس افسر، پروبیشن افسر، عوامی مقامات، مخصوص گھر، ورک ہاؤس وغیرہ کی بھی تعریف شامل کی گئی ہے۔
- اس کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ایما پر کوئی پولیس افسر یا مجاز شدہ شخص کسی بھیک مانگتے شخص کو بغیر وارنٹ گرفتار کر سکتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام نکات میں چند مخصوص اصطلاحات کا ذکر انتہائی وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے تاکہ یہ بات عیاں ہو جائے کہ اگر کوئی شخص بھیک مانگتا ہوا پکڑا گیا تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کا اختیار کس کے پاس ہو گا اس کے بعد اسی قانونی بل کا اگلا حصہ بھیک میں ملوث افراد سے متعلق تفتیش اور انکی نظر بندی کے متعلق ہے اس کی علاوہ اس بل میں ان سزاؤں کا بھی ذکر موجود ہے جو بطور بھکاری نظر بند ہونے کے بعد ملیں گی۔

اس قانون میں یہ بات قابل تعریف ہے کہ بھکاریوں کو مکمل انسانی حقوق کے تحت ہی سزائیں دی جائیں گی یعنی کوئی بھی سزا تجویز کرنے سے پہلے اس کی مکمل میڈیکل رپورٹ جس میں خاص طور پر تین نکات شامل ہیں منگوائی جائے گی۔

1. کیا وہ شخص 16 سال سے کم عمر ہے؟
2. کیا وہ شخص کسی وبائی مرض کا تو شکار نہیں ہے؟
3. کیا وہ شخص کسی جسمانی معزوری میں تو مبتلا نہیں ہے؟

اور پھر ان نکات کی روشنی میں ان بھکاریوں کو مستند اداروں کے حوالے کیا جائے گا جہاں یہ نہ صرف اپنی سزا کی مدت پوری کریں گے بلکہ ان کو فعال انسان بنانے کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔

اس بل میں ان بھکاریوں کے لئے جو اپنی سزا کی مدت پوری ہونے سے پہلے فرار ہو جائیں ان کے لئے ایک لاکھ روپے کا جرمانہ اور تین ماہ تک قید کی سزا بڑھادی جائے گی۔ اس کے بعد ان بھکاری سرغنہ لوگوں کا بھی ذکر ہے جو دوسرے لوگوں کو بھیک مانگنے پر لگاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ایک سے تین سال تک کی مدت کے لئے قید کی سزا دی جائے گی۔ بعد ازاں اس بل میں سند یافتہ اداروں سے رہائی دینے کے اختیارات کا بھی ذکر ملتا ہے اور پھر سند یافتہ اداروں کی شرائط، وزٹینگ کمیٹی، مشاورتی کمیٹی وغیرہ کی بھی تفصیلات ملتی ہیں۔

یہ تمام سزائیں اور اقدامات یقیناً قابل تعریف ہیں مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ قانون ہونے کے باوجود بھی معاشرے سے اس برائی کا خاتمہ نہیں ہو رہا اور کیوں ہمارے معاشرے میں گداگروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے؟ دراصل چند ایسے حقائق ہیں جو اگر سامنے آجائیں اور انکا حل نکال لیا جائے تو اس معاشرتی برائی کا یقینی سدباب ممکن ہے۔

- یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین ہی وہ بنیاد ہے جو انسان کے قدم غلط راستے پر ڈگمگانے نہیں دیتا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قانون کو دین اسلام کی روشنی میں پھر سے مرتب کیا جائے۔ جہاں پر قانون میں بھکاریوں کو "مستند اداروں" میں مقید رکھنے اور ہنرمند بنانے کا اہتمام ہو وہاں ان کی دینی تربیت کا بھی خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا جائے۔ ان کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات بتائے جائیں اور ان میں گداگری جیسے مذموم فعل سے ناپسندیدگی پیدا کی جائے اور کسب حلال کی ترغیب دی جائے۔
- دوسری طرف گداگروں کی گرفتاری اور سزاؤں کے لئے وقف کردہ عہدے داروں کی بھی کڑی نگرانی کی جائے اور ان مستند اداروں کے سرپرستوں پر بھی نظر رکھی جائے کہ آیا وہ اپنا کام ایمان داری سے سرانجام

دے رہے ہیں یا نہیں ؟ جہاں بطور قیدی یہ گداگر رہیں گے کیا وہ ادارے اور ان کے سربراہ ان کی تربیت میں مشتاق ہیں یا گداگری کی سرپرستی میں ملوث ؟

- اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو چاہیے کہ باقاعدہ ایک ایسا نصاب مرتب کرے جو امتناع بھیک میں معاون ہو۔

فصل دوم:

انتظامی اقدامات

گداگری کی روک تھام کے سلسلہ میں قانون پاکستان کا مطالعہ ہم گذشتہ فصل میں کر چکے ہیں۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ ابھی تک خاطر خواہ نتائج کیوں حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند اقدامات کی نشاندہی کی جارہی ہے جن پر عمل کر کہ گداگری کو معاشرے سے ختم کیا جاسکتا ہے۔

نظامِ کفالت کی کامیابی اور عملی نفاذ کے لیے مکمل خلوص، دلجمعی نیک نیتی اور وسائل کا صحیح استعمال بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ریاست کے شہریوں کی "جائیداد کے گوشوارے" مرتب کیے جائیں جس میں تمام جائیداد، اموال ظاہرہ اور باطنہ کی مکمل تفصیل موجود ہو یہ گوشوارے اسی نوع کے ہوں گے جیسے موجودہ حکومتیں اپنے سرکاری ملازمین یا دیگر صاحب حیثیت افراد سے انکم ٹیکس وصولی کے لیے تیار کرتی ہیں۔ مسلمانوں کے ضمیر و وجدان کی آزمائش کے لیے ان گوشواروں کے ساتھ حلف نامہ داخل کرائے گا کہ دوسری حالت میں اگر وہ کوئی جائیداد خفیہ رکھے یا چھپائے تو مذکورہ جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جائے اور اسے بیت المال میں اسلامی حکومت جمع کرادے۔ اسی طرح مذکورہ اشخاص کے لیے تعزیری قوانین بھی بنائے جائیں گے تاکہ نظام کفالت کو کامیابی سے ہم کنار کیا جاسکے۔

"جائیداد کے گوشواروں" کے مرتب ہو جانے کے بعد درج ذیل اقدامات نظام کفالت عامہ کے لیے از بس ضروری ہیں:

i) مستحقین کی فہرستوں کی تیاری

تمام مستحقین افراد (جن میں معذور، محتاج، بے روزگار اور اسی نوع کے لوگ شامل ہوں گے) کی فہرستیں ہر گاؤں، یونین کونسل کی سطح پر تیار کی جائیں گی۔ اگر محکمہ مردم شماری کا عملہ، مردم شماری (Population Cencus) کرتے وقت ہر گاؤں و قصبہ کے امام مسجد، نمبردار، کونسلر وغیرہ کے تعاون سے یہ کام سرانجام دے تو نہ صرف یہ فہرستیں تیار ہو سکتی ہیں بلکہ اس پر الگ سے ہونے والے اخراجات بھی نہیں ہوں گے اور ایک کافی بڑی رقم بچائی جاسکتی ہے اور اس رقم کو کفالت عامہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔

ii) مستحقین کی درجہ بندی

تمام مستحق (قابلِ کفالت) افراد یکساں حیثیت کے حامل نہیں ہوں گے ان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ ان مستحقین کو ترجیحاً تین درجات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ دائمی محتاج افراد مثلاً اپاہج، ضعیف، لاوارث، بیوائیں، لاعلاج امراض کے شکار، اس قسم کے افراد کی امداد مستقلاً اور تاحیات کی جائے گی۔

2۔ یتامیٰ، ناگہانی آفت زدگان مقروض، بیمار، غریب طلباء، بے روزگار وغیرہ ایسے اشخاص کی امداد اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ وہ عارضی محتاجی سے برآت نہ حاصل کر سکیں، بیماری سے تندرست ہو جائیں یا برسرِ روزگار (کاروبار کے قابل) ہو جائیں تو ان کا وظیفہ (کفالت) ختم کر کے انھیں اس فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

3۔ یہ قسم ان افراد پر مشتمل ہو گی جن کی محتاجی (ضرورت) بالکل عارضی نوعیت کی ہو گی، مثلاً مسافر (ضرورت مند) جس کا سفر ختم ہو گیا (جسے زادِ راہ کی احتیاج تھی) یا کسی شخص کی چوری ہو گئی اور وہ ضرورمند بن گیا۔ ایسے افراد کے لے ی مقامی سطح پر (گاؤں، قصبہ شہر) انتظام و بندوبست ہو گا جیسے یونین کونسل وغیرہ کی سطح پر اور ان مسافروں کے یلے مہمان کانے (عارضی رہائش گاہ) وغیرہ بنائے جائیں گے۔

مستحقین کی فہرستوں کی تیاری اور ان کی درجہ بندی ہو جانے کے بعد ان کی کفالت کے لیے یقیناً معقول و کثیر سرمایہ (Sufficient Amount) کی ضرورت ہو گی جس کے لیے "کفالتِ عامہ فنڈ" کا قیام ازبس ضروری ہو گا۔

(v) کفالتِ عامہ فنڈ (Common/ Public Security Fund)

یہ ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہو گا جس کے ذریعہ عامۃ الناس کی اجتماعی کفالت کا انتظام و انصرام ممکن ہو گا۔ زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ، عشر، ضرائب اور صاحب حیثیت افراد کے عطیات وغیرہ فنڈ کے بنیادی ذرائع (Main Sources) ہوں گے۔ ان تمام قسم کی آمدنیوں کی علیحدہ علیحدہ مدیں (Head of Accounts) مقرر کی جائیں گی۔ ہر مد کا الگ الگ رجسٹر ہو گا تاکہ ہر شعبہ (Field) کی رقم اس Specific Field کے مروجہ شرعی قانون / قوانین اور عطیات و دہندگان کی آراء کی روشنی میں خرچ کی جائے۔ اس شعبہ کی Income / Receipts اور Payment/Expenditure کے مکمل اور جامع حساب کا اندازہ ہو گا۔ اس ضمن میں ان رقوم کو باقاعدہ طور پر بینک میں جمع کرایا جائے گا۔ مقامی سطح پر کفالت عامہ فنڈ کی Utilization اور Control کے لیے کم از کم تین اشخاص پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ یہ کمیٹی نہایت دیانت دار افراد پر مشتمل ہو گی جو کہ نہ صرف اس فنڈ کا Check & Balance مدِ نظر رکھے گی بلکہ متعلقہ شعبہ کے اکاؤنٹس کے لیے چیکوں کو دستخط کرنا، رقم کا نکلوانا اسے مستحقین میں تقسیم کرنا اور ان تمام مراحل کا Proper Record رکھنا بھی اس کمیٹی کی بنیادی ذمہ داری میں شامل ہو گا۔

اس فنڈز کے دفاتر ہر تحصیل کی سطح پر ہوں گے۔ جن میں عاملین، شرعی ٹیکس اور دیگر مدات میں رقوم اکٹھی کریں گے پھر انھیں مرکز یا صوبہ کی ہدایات (یہ ہدایات پہلے سے شریعت کی روشنی میں طے کر لی جائیں گی اور انھیں باقاعدہ طور پر Lower Level تک ارسال کر دیا جائے گا) کے مطابق خرچ کیا جائے گا۔ اس فنڈ کی رقوم ان شاء اللہ العزیز اس قدر (خثیر) ہو گی کہ باقاعدہ اس کا بجٹ بنے گا اور مختلف شعبوں میں اس کے اخراجات کا باقاعدہ Planning کے تحت تقسیم کار طے ہو گا اور پھر اسی طے شدہ طریقہ کار کے تحت ان رقوم کی تقسیم کار ہو گی۔

(vi) کفالتی اداروں کا قیام

کفالت عامہ فنڈ کی مدد سے مستحق وحاجت مند افراد کو معاشرے کے ذمہ دار اور اچھا شہری بنانے، خصوصاً اُن کے بچوں کی بہتر تربیت، بڑوں کی اصلاح اور نظم کے سلسلے میں سماجی و فلاحی شعبوں کا قیام از حد اہمیت اور وقعت کا حامل ہے۔

(الف) تربیت اطفال مراکز (Child Training Centre)

ایسے مراکز میں لاوارث، یتامیٰ اور غریب بچوں کی خوراک، لباس اور رہائش کا بھی معقول انتظام وانصرام ہو گا۔ بچوں کو دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے گا۔ دنیاوی تعلیم میں خصوصاً انھیں Technical Education (فنی تربیت) دی جائے گی تاکہ وہ نہ صرف ہنر مند بنیں بلکہ جوان ہو کر انھیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد ملے۔ دوران تعلیم اساتذہ کرام یہ امر پیش نظر رکھیں گے کہ ہر طالب علم کی صلاحیتوں کے مطابق تربیت کے فرائض سر انجام دیں اور درسی / کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنی تربیت بھی احسن طریق پر دی جائے۔ اسی طرح ذہین طالب علموں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے جملہ انتظامات کیے جائیں اور انھیں ہر طرح سے Support کی جائے اس بات کی تائید حضرت عمر فاروق کے دور مبارکہ سے یوں ہوتی ہے۔

حضرت وظیف بن عطاء سے مروی ہے

((ثلاثة كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان و كان عمر بن الخطاب يرزق كل واحد منهم خمسة عشر درهما كل شهر))[1]

ترجمہ: کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب بیت المال میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم دیا کرتے تھے۔

1 ۔ ابو شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع، باب: فی اجر المعلم، مکتبہ الرشد، الریاض، ج:4، ص:341

کنز الاعمال کی اس روایت سے بھی مذکورہ مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ دورِ صحابہ اور بعد میں بھی بچوں خصوصاً مستحقین کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی اور انھیں بہر طور ہر سطح پر مناسب طریقے سے Support کیا گیا جس سے یقیناً گداگری جیسے مذموم فعل کے خاتمے میں اعانت حاصل ہوئی اور کاسئہ گدائی لے کر دربدر پھرنے والوں میں خاطر خواہ کمی ہوئی جو کہ فی زمانہ بھی ممکن ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ صدق دل سے بھرپور کوششیں کی جائیں اور تمام ممکنہ وسائل کو احسن طریق پر بروئے کار لایا جائے۔

(ب) مردوخواتین کے تربیتی مراکز

یقیناً بچوں کی تعلیم و تربیت مسلمہ اور افضلیت کی حامل ہے لیکن مرد و زن کے لیے بھی ان تربیت مراکز (Training Centers) کی بے حد اہمیت ہے۔ چنانچہ مرد حضرات (Male Persons) کے لیے الگ اور خواتین (Female) کے لیے الگ تربیتی مراکز قائم کیے جائیں جہاں انھیں ہنر مند بنایا جائے۔ مردوں کے لیے Labor اور Skilled والے کام منتخب کیے جائیں اور عورتوں کے لیے نسبتاً کم محنت (مثلاً سلائی کڑھائی وغیرہ) کے کام منتخب کر کے انھیں تربیت دی جائے تاکہ وہ معاشرہ کے اچھے شہری بن سکیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں دراصل یہ حقیقی کفالات ہے۔

ان تربیت گاہوں میں ان صحت مند ہٹے کٹے، نوجوان اور کاہل افراد (مردوزن) کو رزق حلال اور باعزت کمائی کے لیے جبری تربیت دی جائے جنھوں نے گداگری، چوری چکاری اور دیگر قبیح افعال اپنا رکھے ہیں۔ اس تربیت کا وقت مختصر ہو اور متعین ہو کہ اس کے بعد یہ افراد Self-Struggle کر سکیں۔ دوران اخلاقی تربیت اور نظم و ضبط (Discipline) پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(ج) طبّی سہولتیں:

اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی صحت اور مویشیوں (جانور) کو بیماریوں سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے سلسلے میں انتظامات کرے۔ اس مد میں زکوۃ و صدقات کی مد سے بھی رقم خرچ کی جا سکتی ہے، چونکہ ادویات مریضوں کی ملکیت کر دی جاتی ہیں۔ ان مفت شفاخانوں میں تمام بنیادی سہولتیں مہیا کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہو گی، حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اس طرح کے شفاخانے قائم کیے گئے تھے۔

"حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں معذوروں مثلاً نابینا، فالج زدہ، بے سہارا، یتامیٰ کی دیکھ بھال کے لیے خادم بھی مقرر کیے تھے۔"[1]

(د) مہمان خانے:

غریب مسافروں، راستہ بھٹک جانے والوں اور اچانک کسی افتاد یا مصیبت میں مبتلا ہو جانے والے افراد کے لیے ہر ضلعی صدر مقام پر (یعنی بڑے شہروں میں کیوں کہ دیہات اور قصبات میں مہمان نوازی آسانی سے ممکن ہے۔) مہمان خانے (سرائیں) بنائے جائیں گے جہاں پر غریب مسافروں کے قیام و طعام کا معقول انتظام ہو گا۔ یہاں بہت کم عرصہ کے لیے قیام کی اجازت ہو گی لیکن مجبور افراد کے لیے رعایت ممکن ہو گی۔ موجودہ Set up میں ضلعی حکومتیں بلدیاتی نظام کے تحت اس کا انتظام و انصرام احسن طریق پر کر سکتی ہیں۔

"حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بہت سی سرائیں تعمیر کرائیں۔"[2]

"حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کا ایک مہمان خانہ کوفہ میں تعمیر کرایا تھا۔"[3]

(ر) وظائف اور امداد کے مراکز:

"کفالت عامہ فنڈ" کا یہ سب سے اہم شعبہ ہو گا ان امدادی مراکز سے جملہ مستحقین، معذور، بیوگان، یتامیٰ، غریب طلباء اور بے روزگاروں کو خصوصی گزارہ الاؤنس ملے گا۔ جوں ہی کوئی وظیفہ خوار برسرِ روزگار، فارغ البال یا ساز گار حالات میں ہو گا اس کا وظیفہ ختم کر دیا جائے گا اس فنڈ سے مستحق غرباء کو شادی کے لیے قرض کی سہولت بھی حاصل ہو گی۔

وضائف، خصوصی گزارہ الاؤنس اور امدادی رقوم کی تقسیم کے سلسلے میں ہر تحصیل کے مستحق افراد، تحصیل کے امدادی اور وظائف کے مراکز سے اپنا حصہ وصول کر سکیں گے۔ البتہ اپاہج، ضعفاء، پردہ دار خواتین اور موذی یا پرانے مریضوں کے وضائف اور امدادی رقوم ان کے گھروں تک پہنچانے کا خصوصی انتظام کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں وہ جنھیں اختیار دیں یا نامزد کریں ان کے ذریعے یہ رقوم پہنچائی جا سکیں گی۔

1۔ ابن جوزی، سیرت عمر بن عبد العزیز، مطبوعہ المؤید، قاہرہ، ص:55-154

2۔ ابن اثیر، الکامل، مطبع حلبی قاہرہ، 1303ھ، ج:6، ص:22

3۔ بلاذری، فتوح البلدان، مطبع قاہرہ، ص:278

"مقروض اشخاص کو اس فنڈ سے مالی امداد بھی دی جا سکتی ہے،" حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو ایسے احکام جاری کیے تھے"[1]

دراصل اسلام کی تعلیمات پر کاملتاً عمل نہیں کیا جارہا، اس کی سب سے بڑی وجہ تو ہمارے موجودہ معاشرے کی اسلامی تعلیمات سے دوری، سیکھنے کی کوشش نہ کرنا اور پھر تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونا ہے کہ عوام الناس کو عام گداگر اور حقیقی ضرورت مند، بھیک مانگنے والے اور حاجت مند کا فرق معلوم نہیں۔ اس سلسلہ میں علماء کرام، سکالرز، اہل علم اور ذرائع ابلاغ کو اپنا کلیدی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

---

1 ۔ ابو عبید، کتاب الاموال، ص:251

فصل سوم:

گداگری کے خاتمے کے لیے متبادل ذرائع اور عملی اقدامات

گداگری جیسے فعلِ مذموم سے احتراز کے لیے جب تک سائنٹیفک بنیادوں پر صدق دل، تندہی، خلوص اور پوری کاوش سے عملی اقدامات نہ کیے جائیں تو اس فعل قبیح سے نہ صرف نجات ناممکن ہے بلکہ اس معاملہ میں کامیابی حاصل کرنا بھی از حد مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

1. گداگروں کی تعداد کا (حقیقی) تعین

جب تک حقیقی حاجت مند جو ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہیں ان کی تعداد کا تعین نہیں کر لیا جاتا، ان کی کفالت، امداد اور حاجت روائی ناممکن ہے۔ موجودہ دور کمپیوٹر کا دور ہے جو انسانی زندگی میں ایک نمایاں اور قابلِ ذکر کردار سرانجام دے رہا ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے پورے ملک کے حقیقی حاجت مندوں کے مکمل کوائف جمع کیے جاسکتے ہیں۔ جس سے ان کے علاقہ، شہر، تحصیل، ضلع، صوبہ اور ملکی سطح پر تعداد کا تعین ممکن ہو سکے گا۔

گداگروں کی درجہ بندی:

اسی تعداد کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی میں اعانت ممکن ہے۔ اسی درجہ بندی کی بنیاد پر ان کی کفالت، اعانت اور بحالی ممکن ہے۔ مکمل معذور گداگر، نیم معذور گدار، ضعیف (بوڑھے / ناتواں) گداگر، وقتی گداگر، حادثات وایمر جنسی کا شکار ھاجت مند اور اسی نوع کے دگاگروں کی الگ الگ حیثیت اور طریقے سے درجہ بندی کر کے ان کی کفالت، بحالی احسن طریقے سے ممکن ہو سکے گی۔

2. گداگروں کی بحالی کے لیے کارگاہوں کا قیام:

صحت مند، توانا اور کام کے قابل گداگروں کے لیے ہر ضلعی صدر مقام پر تربیتی مراکز قائم کیے جائیں۔ جہاں انھیں مختلف فنون کی تربیت دی جائے۔ جس کی فراہمی سے ایک جانب تو گداگری کی بیخ کنی میں مدد ملے گی تو دوسری جانب یہ افراد ہنر مند بننے کے بعد اس مذموم فعل سے نجات حاصل کر سکیں گے نیز ہنر مند ہو کر نہ صرف ملک کے کار آمد شہری بن سکیں گے بلکہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے۔

(i) حکومت:

قریباً ہر ضلعی صدر مقام پر سمال انڈسٹریز کارپوریشن اور دیگر اسی طرح کے اداروں کے زیرِ انتظام چلنے والے ٹریننگ سینٹر ز ہیں جن میں ان گداگروں (مرد و زن) کی تربیت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ جہاں یہ ادارے دیگر افراد سے

فیس (رقم) لے کر انھیں تربیت فراہم کرتے ہیں وہیں وہ ان ضرورت مند (گداگر) افراد کو مفت تربیت فراہم کر سکتے ہیں۔ جہاں ضرورت ہو اسی طرح کے نئے تربیتی مراکز بھی قائم کیے جا سکتے ہیں جس کے اخراجات حکومت (ضلعی، ڈویژنل، صوبائی، مرکزی) کو دبرداشت رکے تاکہ ملک کو بھیک مانگنے والوں سے نجات حاسل ہو سکے۔

(ii) پرائیویٹ سیکٹر:

کسی بھی معاشرے میں مخیر، صاحبِ ثروت اور غریب و نادار افراد کا وجود لازمی ہے۔ ہمارے ہاں کیوں کہ قیامِ پاکستان کے بعد آنے والی حکومتوں کو بہت کم ثبات و استحکام نصیب ہوا لہٰذا ان حکومتوں نے اپنے وجود کے مستحکم ہونے پر ہی زیادہ زور دیا ہے۔ انھیں ملک کے محروم طبقوں کی جانب توجہ مبذول کرنے کی توفیق بہت کم نصیب ہوئی ہے۔ ان حالات میں پبلک سیکٹر کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے تاکہ وہ معاشرے کے محروم طبقات خصوصاً گداگروں کی جانب متوجہ ہوں۔ ایک طریق تو یہ ہو سکتا ہے کہ کارخانہ دار، مِل کے مالکان اور دیگر صاحبِ حیثیت لوگ حکومتی ویلفیئر اداروں کو امداد و تعاون مہیا کریں تاکہ مذکورہ فلاحی ادارے احسن طریق پر حاجت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کر سکیں ۔دوسری صورت یہ ہے کہ صاحبِ ثروت افراد مِل کر اپنے اپنے علاقوں میں "فلاحی مرکز برائے گداگراں" قائم کریں جس میں معذور افراد اور کم سن بچوں کے لیے الگ سے دارالشفقت قائم کیے جائیں اور دیگر افراد کے لیے "فنی تربیت گاہ" قائم ہوں تاکہ مذکورہ افراد فنی تربیت حاصل کر سکیں۔

اس طرح سے مخیر اور صاحبِ ثروت افراد نہ صرف ان ضرورت مندوں کی کفالت کا فریضہ سر انجام دے سکتے ہیں بلکہ ان امور کی بجا آوری کے ذریعہ اپنے ذمہ فرائض سے بھی احسن طریقے سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ و صدقات کی مد میں اپنے ذمہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ امر بھی بے حد اہمیت کا حامل ہے کہ ان کارخانوں، ملوں اور اداروں میں چوں کہ بے شمار مزدور کام کرتے ہیں تو ان میں سے کثیر الاولاد مزدوروں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں معقول انتظامات کر کے بھی معاشرے سے نہ صرف افلاس و غربت کم کرنے کی سعی کر سکتے ہیں۔

اگر پبلک سیکٹر اپنی ذمہ داریوں کو احسن اور بھرپور طریق پر ادا کرے تو نہ صرف حکومت پر حاجت مند افراد کی ضرورت کا بوجھ کم ہو گا۔ اور معاشرہ اصلاح اور بہتری کی طرف گامزن ہو گا اور وطنِ عزیز میں ترقی کا دور دورہ ہو گا۔

3. معذور اور حقیقی ضرورت مندوں (گداگروں) کی کفالت:

اسلام نے حقوق العباد پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾[1]

ترجمہ: اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسائیوں اور اجنبی ہمسائیوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں قرآن حکیم نے حقوق العباد کو بہت احسن انداز میں بیان فرمایا ہے اور کم و بیش کفالت، ضرورت، حاجت کے تحت تمام افراد کا ذکر فرمادیا ہے کہ سبھی افراد کے ساتھ حسن سلوک، نیکی، الفت، مودّت اور اخلاق سے برتاؤ کرو۔ پھر تنبیہ مذکور ہوئی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبرین کو ناپسند فرماتا ہے۔ یعنی جو لوگ قرابت دار، پڑوسی، مسافر، مستحق اور ضرورت مند نیز اپنے ملازمین (کیوں کہ اب زمانہ غلامی نہیں رہا اس لیے ملازمین اور اسی قسم کے افراد مراد ہوں گے) یعنی زیرِ کفالت افراد کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کرتے تو وہ متکبرین اور ناشکرے گردانے جائیں گے۔

دراصل گداگری جیسے مذموم فعل کی یقینی بیخ کنی کے لیے حقیقی ضرورت مند (حاجت مند) افراد کی کفالت از بس ضروری ہے۔ جب معذور اور حاجت مندوں کی کفالت کا انتظام ہو جائے گا تو معاشرے میں گداگری کی روک تھام ممکن ہو گی۔

حقیقی معذور اور اپاہج گداگروں کی کفالت اور فلاح و بہبود دیگر حاجت مندوں سے زیادہ فوقیت رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومتی اور پرائیویٹ سیکٹر میں ان مستحقین کی فلاح کے لیے درج ذیل اقدام ضروری ہیں۔

حکومت کے فرائض میں غرباء، مساکین، معذور اور حاجت مندوں کی حاجت روائی شامل ہے۔ یہ فرض کس طرح پورا ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں وزارتِ مذہبی امور، سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ اور اسی طرح کے ادارے جملہ وممکنہ وسائل بروئے کار لا کر احسن طریق پر کفالت کی اس ذمہ داری کو انجام دے سکتے ہیں۔

1۔ النساء:4/36

چوں کہ آج کل ملک میں بلدیاتی اداروں کی بھی ایک خاص وُقعت ہے تو اس ضمن میں یونین کونسل سے لے کر ضلعی کونسل تک تمام ادارے اپنے مقام پر، اپنے وسائل اور دائرہ کار میں رہتے ہوئے گداگری کے اس قبیح فعل کے خاتمے میں معاون ہو سکتے ہیں۔

پبلک سیکٹر کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے تاکہ وہ معاشرے کے محروم طبقات خصوصاً گداگروں کی جانب متوجہ ہوں۔ ایک طریق تو یہ ہو سکتا ہے کہ کارخانہ دار، مِل کے مالکان اور دیگر صاحب حیثیت لوگ حکومتی ویلیفئر اداروں کو امداد و تعاون مہیا کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ صاحبِ ثروت افراد مل کر اپنے اپنے علاقوں میں "فلاحی مرکز قائم کریں جس میں معذور افراد اور کم سن بچوں کے لیے الگ سے دارالشفقت قائم کیے جائیں۔

معذور اور اپاہج گداگروں کے لیے:

اس سلسلہ میں حکومتی اداروں کو گداگروں کی تقسیم بندی کرنی چاہیے۔ اولاً تو حقیقی ضرورت مند اور عادی (پیشہ ور) گداگروں کو الگ کیا جائے۔ ثانیاً بالکل معذور اور ضعیف افراد کا علیحدہ بندوبست کیا جائے اور جو افراد صحت مند اور کارآمد ہیں انھیں الگ سے رکھ کر ہنر مند بنانا چاہیے۔

(i) دارالشفقت کا قیام:

ضعیف افراد اور بالکل چھوٹی عمر کے یتیم و بے آسرا بچوں کے لیے کم از کم ہر تحصیل کی سطح پر حکومت کی زیر سرپرستی دارالشفقت کا قیام ہونا چاہیے۔ بلدیاتی، صوبائی یا مرکزی حکومت ان دارالشفقت کے لیے تمام وسائل مہیا کرے۔ چوں کہ ضعیف افراد (مرد و زن) کوئی کام کاج نہیں کر سکتے، لہٰذا ان کی خدمت کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں اور انھیں تمام بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

کم سن، یتیم و بے آسرا بچوں کے لیے بھی دارالشفقت میں مناسب انتظامات کیے جائیں اور مڈل کلاس تک ان کی تعلیم کے لیے کامل بندوبست کیا جائے۔ (جس میں کتابیں، کاپیاں، یونیفارم، سکولز، خوراک و رہائش و دیگر ضروریاتِ زندگی شامل ہوں) تاکہ وہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر اچھے شہری بن سکیں۔ جب یہ بچے آٹھویں جماعت پاس کر لیں تو انھیں فنی تربیت ضرور دی جائے تاکہ مزید تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ ہنر مند بن سکیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اس سلسلہ میں چوں کہ صحت مند اور بالغ افراد کے لیے فنی تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں گے۔ لہٰذا ان بڑی عمر کے بچوں کو ان ٹریننگ سنٹرز میں عملی کام سکھائے جائیں تاکہ وہ معاشرے کے ہنر مند اور کارآمد شہری بن سکیں۔

دارالشفقت میں ضعیف اور عمر رسیدہ افراد کے لیے اردو، انگریزی اخبار، لائبریری اور اسی نوع کی معیاری سہولتیں فراہم کی جائیں جہاں یہ افراد بالکل فارغ اور کاہل پن کا شکار نہ ہوں بلکہ انھیں رہائش و خوراک کی دستیابی کے ساتھ تفریح کے مواقع بھی فراہم ہوں۔

(ii) اپاہج گھروں کا قیام:

قطعی معذور گداگروں کے لیے خدمت خلق کے جذبہ کے تحت ہر ضلعی صدر مقام پر اپاہج گھروں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جہاں ان معذور گداگروں کے لیے مناسب رہائش، خوراک، طبی امداد اور دیگر ضروری سہلوتوں کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔ انسانی ہمدردی کے تحت ان معذور افراد کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کی جائیں۔ ان پاہج گھروں میں مناسب تعداد میں ہی معذور گداگروں کے قیام کا بندوبست کیا جائے تاکہ انھیں بہتر سہولتیں، مناسب طبی امداد کا بندوبست، خوراک کی عمدہ مقدار اور دیکھ بھال کے لیے نرسوں کا انتظام کیا جائے تاکہ انھیں ہر طرح کی سہولیات دی جا سکیں اور زمانے کے گرم و سرد اور کلفتوں سے ان کی خاطر خواہ حفاظت ہو سکے۔

4. تربیتی مراکز کا قیام

معاشرتی اور ملکی ترقی میں تربیت یافتہ افراد کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ایک تربیت یافتہ فرد یقیناً ایک غیر تربیت یافتہ پر فوقیت رکھتا ہے، اس کا کیا ہوا کام زیادہ معتبر تسلیم کیا جائے گا۔ گداگروں کا ایک بڑا طبقہ مہنگائی، غربت اور بے روزگاری کی بنا پر دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اگر ان افراد کو تربیتی مراکز میں مختلف پیشوں کی تربیت دی جائے تو اس طرح نہ صرف انھیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع نصیب ہو گا، ہاتھ پھیلانے سے نجات ملے گی بلکہ ملک و ملت کو مختلف پیشوں میں بھی میسر ہوں گے۔

مرکزی حکومت، صوبائی حکومتیں، ضلعی حکومتیں (چوں کہ بلدیاتی نظام بھی ملک میں رائج ہے) ہر تحصیل کی سطح پر ٹریننگ سینٹرز قائم کر کے نہ صرف گداگری کے سدِباب کے لیے کام کر سکتی ہیں۔ بلکہ اس طرح دیگر غریب و متوسط طبقہ کے افراد بھی مختلف پیشوں کی تربیت حاصل کر کے ملک کے کار آمد شہری بن سکتے ہیں اور اپنی مہارت و قابلیت سے نہ صرف اپنا پیٹ بھر سکت ہیں بلکہ بے روزگاری اور دیگر سماجی خرابیوں میں کمی کا باعث وہ سکتے ہیں۔

5. مالی اعانت کی سکیموں کا اجراء

وطنِ عزیز میں بے روزگاری کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجوہ میں حکومت کی ناقص پالیسیاں، تعلیمی معیار میں کمی، آبادی میں بے تحاشا اضافہ اور دیگر مسائل شامل ہیں۔ حکومتی اور پبلک سیکٹرز میں ایسے بے روزگار افراد کے لیے مالی اعانت کی سکیمیں بنائی جائیں تاکہ نہ صرف بے روزگاری میں کمی ممکن ہو سکے بلکہ ملک و قوم کی ترقی بھی

جاری رہے۔ ان بے روزگار افراد کو بلا سود چھوٹے چھوٹے قرضے دیئے جائیں اور آسان شرائط پر ان کی واپسی ہو اور انھیں Bound کیا جائے کہ ایسے کام کریں جو معایری اور تعمیری ہوں تاکہ بے روزگاری میں کمی ممکن ہو سکے۔ اسی طرح ہر کارخانہ دار، سرمایہ کار کے لیے لازمی قرار دے دیا جائے کہ وہ اپنے ملازمین، مزدوروں کے لیے اسی قسم کی سکیم کا اجراء کرے تو اس طرح بھی بے روزگاری میں کمی ممکن ہے۔

6. فلاحی اداروں کا قیام

کسی بھی معاشرے میں موجود فلاحی ورفاہی تنظیمیں یا ادارے معاشرتی فوز و فلاح کے لیے مصروف کار ہوتی ہیں۔ ان اداروں کے فلاح و بہبود اور سماج و معاشرہ کے متعلق بنائے گئے پروگراموں سے معاشرے میں عمومی سطح پر اصلاح، درستگی، بحالی، سنوار اور تصحیح ممکن ہو سکتی ہے۔ NGO's کا کردار اس سلسلہ میں مثبت، اہم، ممتاز اور نمایاں ہے۔

یوں تو وطنِ عزیز میں بیشتر NGO's صرف کاغذی حیثیت تک محدود ہیں یا صرف "بورڈز" اور "دفاتر" تک محدود ہیں جو سستی شہرت حاصل کرنے اور نام ونمود کے لیے قائم ہیں۔ ان میں ایک معقول تعداد جعلی NGO's کی بھی ہو گی لیکن حقیقی رفاہی / فلاحی ادارے بھی یقیناً اپنا وجود رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اگر چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبہ جات کے لوگ مل کر "انجمن امداد باہمی" یا کسی دوسرے نام سے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم کر لیں جن کے ذریعے معاشرے کے حاجت مند اور مستحق افراد حقیقتاً مستفید ہو سکیں یعنی ان افراد کی فلاح و بہبود، کفالت اور دیگر امور میں اعانت ہو سکے تو بالیقین گداگری کے امتناع میں اس طرح کی تنظیمیں اور اس نوع کے ادارے از حد ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں یونین کونسل، تحصیل اور ضلع کونسل کی سطح پر کونسلرز اور ناظمین بھرپور اور مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ چوں کہ بلدیاتی اداروں کو مختلف Levels پر فنڈز دستیاب ہوتے ہیں تو ان فنڈز کی ایک مخصوص تناسب کا تعین کر کے حقیقی مستحقین کی فلاح و بہبود کی جا سکتی ہے۔

7. گداگری سے بچاؤ کے لیے مواد کی تیاری

جب تمام شعبہ جات جن کی اعانت سے گداگری پر کنٹرول کے لیے مدد لی جارہی ہے اپنا اپنا کام احسن طریق پر انجام دے رہے ہوں تو ان کے مثبت اور مؤثر عمل کی وجہ سے گداگری کی شرح میں بڑی حد تک کمی ممکن ہو گی۔ اس کے باوجود پیشہ ور گداگروں کے حربہ، چالاکی اور جعل سازی سے معاشرے کو مکمل طور پر پاک و صاف کرنے کے لیے نہ صرف ابلاغ عامہ کے جملہ ذرائع کی سائنسی اور تکنیکی بنیادوں پر افادیت کے حامل مؤثر مواد کی تیاری کی ضرورت ہے بلکہ ایسے لٹریچر کی فراہمی از حد اہمیت رکھتی ہے جس سے گداگری کی بیخ کنی ممکن ہو۔

ابلاغ عامہ کے ذریعہ گداگری کی مذمت

کسی بھی معاشرے میں لوگوں کے ذہن، سوچ اور خیالات کو متاثر کرنے اور اسے کسی نئے رخ کی طرف موڑنے کے لیے ابلاغِ عامہ بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات، جرائد اور کمپیوٹر سے مدد لی جا سکتی ہے۔ ایک جانب تو بھیک دینے والے ابلاغ عامہ کا موضوع بنیں گے، دوسری طرف بھیک مانگنے والے اس کا ٹارگٹ ہوں گے۔ چوں کہ گداگروں کو ان کی تمام خرابیوں اور برائیوں اور دیگر معاملات کے باوجود زندہ رہنے کا حق ہے۔ لہٰذا ایک ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا زیادہ بہتر ہو گا جو انسانی وقار کے مطابق عزتِ نفس کی دیکھ بھال اور معاشرتی فوز کے لیے ضروری و لازم ہو۔

ابلاغِ عامہ کے کردار کے حوالہ سے مقام کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ لازم ہے کہ جو مقام منتخب کی جائے وہ نمایاں ہو، عوامی مقام ہو۔ اس سلسلہ میں مساجد، مزارات، سٹیشن، بس، ویگن سٹینڈ، بڑے بڑے ہسپتال، عدالتیں، بازار وغیرہ ایسے مقامات ہیں جہاں عوام الناس کی آمد و رفت یا اجتماع ہوتا ہے اور جو اس مہم کا مرکز اور ہدف ہو سکتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ اوقات کا ہے۔ ابلاغ عامہ کے صحیح اور مؤثر استعمال کے لیے وقت بھی بے حد وُقعت رکھتا ہے کہ گداگروں کے "اوقات بھیک" کو پیشِ نظر رکھ کر ہی مذکورہ مہم کو احسن طریق پر چلایا جا سکتا ہے۔

تیسری اہم چیز جو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے وہ خیرات دینے والوں کی نفسیات، سوچ اور ذہن تک رسائی ہے کہ بھیک دینے والے کی سوچ، ارادہ، خیال اور مطمع نظر کا ادراک یقیناً بہتر نتائج کے لیے معاون ہو گا۔ اس سلسلہ میں معاشرتی اور سماجی معاملات کو مدِ نظر رکھنا بھی انتہائی اہم ہے۔

یوں تو ابلاغِ عامہ کے درجنوں ذرائع ہیں مگر درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

i) مساجد

ii) اخبارات

iii) ٹیلی ویژن

iv) ریڈیو

v) رسائل و جرائد

vi) بینرز اور چاکنگ

vii) دیگر ذرائع

(i) مساجد

اسلامی معاشرے میں مساجد کا کلیدی کردار ہے۔ علماء کرام / ائمہ کرام کے روز و شب کے وعظ و دروس خصوصاً جمعۃ المبارک کا خطبہ غیر معمولی افادیت کا حامل ہوتا ہے۔ ائمہ کرام خطباء جمعہ کے وعظ میں سوال کی ممانعت، کراہت، گریز اور گداگری سے احتراز، کو موضوع سخن بنا کر نیز کسب حلال کی برکات، ثمرات، فضائل اور قدر و منزلت بیان کر کے عوام الناس کو بھیک مانگنے، سائل کے متعلق ادراک یا اندازہ قائم کرنے، مستحق اور غیر مستحق کا فرق واضح و ممیز کرنے کی سعی جمیل کر سکتے ہیں تاکہ نہ صرف بھیک مانگنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو بلکہ عوام الناس مستحق اور غیر حاجت مند میں تفریق پیدا کر سکیں۔ یوں مساجد گداگری کی مناہی میں گراں مایہ، معتبر، ممتاز اور وقیع کردار ادا کر سکتی ہیں۔

(ii) اخبارات

وطنِ عزیز میں مختلف زبانوں میں سینکڑوں اخبار صبح و شام شائع ہوتے ہیں۔ مانا کہ جدید دور میں ٹی وی، ریڈیو اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ نے بہت ترقی کر لی ہے لیکن یہ ذرائع نہ تو ہر مقام پر دستیاب ہیں اور نہ ہی مخصوص اوقات کے بغیر ان سے استفادہ ممکن ہے۔ لہٰذا "اخبارات" کی اہمیت اپنے مقام پر مسلمہ ہے۔ اخبارات اپنے اداریوں، خبروں، فیچرز، مضامین، کارٹون وغیرہ کے مؤثر و موزوں استعمال سے مذکورہ موضوع کو بہتر انداز میں عوام الناس کے روبرو پیش کر سکتے ہیں اور اس کے بہتر اثرات معاشرے پر مرتب ہونے کی توقع ہے۔

(iii) ٹیلی ویژن

ٹیلی ویژن کو ابلاغِ عامہ کے دیگر ذرائع پر فوقیت حاصل ہے۔ عوام الناس ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے پروگراموں کو نہایت شوق سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ مختلف لکھنے والے گداگری کی بیخ کنی، امتناع اور مناہی پر ڈرامے، فیچرز، کارٹون اور چٹکلے وغیرہ تحریر کر کے دلچسپ اور معلوماتی انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی اسکالرز تعلیمات اسلامی کی روشنی میں، اسلامی اصول و ضوابط، اخلاقیات اور اصلاح معاشرہ پر مبنی پروگرام، مذاکرے، گفتگو اور سوال و جواب کی صورت میں "بھیک مانگنے کی ممانعت" اور دیگر اسی نوع کے عنوانات کو موضوعِ سخن بنا سکتے ہیں۔

اس طرح کے پروگراموں کے نشر ہونے سے عوام الناس میں ایک جانب گداگری سے تنفّر بڑھے گا تو دوسری جانب حاجت مند اور منگتے، ضرورت مند اور بھیک منگے، پیشہ ور اور محتاج کا فرق بھی واضح ہو گا۔ یوں عوام صرف او رصرف احتیاج مند اور حقیقی ضرورت مند کو ہی زکوٰۃ و صدقات دیں گے۔ ہر سائل ان سے لپٹ چمٹ کر خیرات وصول نہیں کر سکے گا۔

(iv) ریڈیو

ہمارا ملک ایک پس ماندہ اور غریب ملک ہے۔ ہر جگہ اور مقام پر بجلی اور ٹیلی ویژن کی سہولت میسر نہیں۔ اسی بنا پر تا حال ریڈیو (جب کہ آج کل تو اس کے بہت سے چینلز دستیاب ہیں) کو ذرائع ابلاغ میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ خصوصاً دیہات میں اب بھی ریڈیو کے پروگرام بڑے شوق سے سنے جاتے ہیں۔ ریڈیو پر قرآن و حدیث اور فقہا کرام کے فرامین و اقوال کی روشنی میں گداگری کی مذمت نیز حقیقی ضرورت مند و محتاج کی کفالت و اعانت جیسے موضوعات پر مثبت، تعمیری اور اصلاحی تقریری اور گفتگو نشر کی جا سکتی ہے۔ گداگری کی مذمت کے لیے چٹکلے یا اسی نوع کی دلچسپ باتیں سنوائی جا سکتی ہیں۔ احادیث مبارکہ جن میں ہاتھ پھیلانے کی مذمت بیان کی گئی ہے، انھیں خوبصورت اندازِ بیان سے نشر کیا جا سکتا ہے۔ غرض یہ کہ اس مؤثر ذریعہ ابلاغ سے مذکورہ موضوع سخن کے لیے بہتر انداز میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(v) رسائل و جرائد

ہمارے ملک میں سینکڑوں ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہانہ اور سہ ماہی رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ جنھیں عوام کی ایک بڑی تعداد پڑھتی ہے۔ ملک کے نامور اور زیادہ زیرِ مطالعہ رسائل و جرائد "بھیک مانگنے" کے خلاف مذکورہ مہم میں اپنا نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جس سے گداگری جیسی لعنت پر قابو پانے میں بہتری، اصلاح اور سنوار کی صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔

(vi) بینرز اور چاکنگ

بینرز اور چاکنگ یوں تو تھوڑے عرصہ کے لیے توجہ عام و خاص بنتے ہیں لیکن تقریباً 80 تا 90 فیصد گزرنے والے یہ تحریر شدہ عبارت، مضمون پڑھتے ہیں۔ مصروف پبلک مقامات پر گداگری کی تحقیر پر مبنی عبارات بینرز اور وال چاکنگ کی صورت میں درج ہوں۔ اسی طرح کسبِ حلال کی فضیلت پر مبنی آیات بیّنات، احادیث رسول اور فقہا، اولیا و صوفیا کرام کے اقوال درج ہوں۔ ان فکر انگیز تعمیری اور پر کشش عبارات سے گداگری کے انسداد میں یقینی معاونت کی فضاء قائم ہو سکتی ہے۔

8. اسلامی تنظیم کا قیام

جس طرح بین الاقوامی سطح پر UNO, IMF, UNDP, ILO وغیرہ کا معتبر کردار ہے اور اس طرح کے ادارے غریب و پس ماندہ ممالک کی امداد کے لیے مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ اور مزدور انجمنوں کی امداد اور لیبر قوانین کے امور کو فوقیت دیتے رہتے ہیں۔ بعینہ مسلم ممالک کے سربراہان ملت کو اپنے اپنے ملک کے غرباء، حاجت مند، فقراء، مساکین اور ضرورت مند افراد کی کفالت عامہ، امداد، وظائف نیز روزگار کی دستیابی جیسے امور کی بجا آوری کے لیے

"اسلامی تنظیم" کا قیام ضروری ہے۔ مذکورہ "اسلامی تنظیم" کا متفقہ یا اکثریتی رائے سے نام تجویز کیا جاسکتا ہے۔ اس تنظیم کا ایک مرکزی دفتر ہو اور تمام ممبرز اسلامی ممالک میں اس کے ذیلی دفاتر موجود ہوں۔ اس طرح اس کے مرکزی سیکرٹریٹ دفتر اور ذیلی دفاتر کے قیام کے بعد مالدار، دولت مند اور اسلامی ممالک کی حکومتیں اور اسلامی ممالک کے اغنیاء اور صاحبِ ثروت افراد اس تنظیم سے رابطہ کرکے از خود مذکورہ اسلامی تنظیم کو حاجت مند افراد کی کفالت اور فلاح و بہبود کے لیے اپنی امداد فراہم کریں۔

اس تنظیم کے تحت سب سے پہلے غریب اور پس ماندہ ممالک کے غرباء حاجت مند فقراء مساکین کو رجسٹرڈ کیا جائے، ان افراد کا مکمل ریکارڈ موجود ہو۔ عمر رسیدہ افراد، بیوگان، یتامیٰ وغیرہ کے وظائف مقرر ہوں اور ان کی کفالت کا مکمل انتظام و انصرام کیا جائے۔ دستیاب فنڈز کا باقاعدہ ریکارڈ، آمد و خرچ کی تفصیل اور دیگر تمام ضروری کارروائی کی تکمیل کو یقینی بنایا جائے۔ فنڈز کی رقم سے قابلِ کار مردوزن کے لیے تربیتی ادارے اور چھوٹی چھوٹی صنعتیں بنائی جاسکتی ہیں جہاں ان خواتین و حضرات کو ٹیکنیکل ٹریننگ ان کی ذہنی و جسمانی استعداد کے مطابق مہیا کی جائے۔ ان افراد کو ہنر مند بنایا جائے تاکہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ افراد (مردوزن) اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں ملک کے کارآمد شہری بن کر دوسروں کے سہارے اور آسرے سے نجات حاصل کر سکیں۔

اس طرح ایک جانب تو حاجت بر آوری ہو گی (دستِ سوال دراز نہ کرنے کی بنا پر گداگری سے نجات ملے گی) تو دوسری جانب زکوٰۃ و صدقات کا صحیح معنوں میں حقیقی ضرورت مندوں تک پہنچنا بھی ممکن ہو گا اور صحیح مصرف کی تکمیل بھی ہو گی۔

9. اسلامی بینک کا قیام

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں واضح احکام موجود ہیں اور ہر مسلمان عاقل و بالغ کے علم میں ہے کہ سود حرام ہے لیکن بد قسمتی سے موجودہ بینکنگ سسٹم اور ہمارے معاشی نظام ہائے زندگی کی بنیاد ہی "سود" پر ہے آج کل قریب قریب تمام اسلامی ممالک کے تیل کی آمدنی ہو یا دیگر بڑی بڑی رقوم، ان میں ایک محتاط اندازے کے مطابق نوے فیصد (90٪) یورپی ممالک کے بینکوں میں ہیں۔ جس سے ایک طرف تو سودی کاروبار میں اعانت ہو رہی ہے تو دوسری جانب اسلامی ممالک کا قیمتی سرمایہ اغیار (یہودی / عیسائی) کے ہاتھوں میں ہے جس سے وہ نہ صرف کامل استفادہ حاصل کر رہے ہیں بلکہ اسی سرمایہ سے وہ مسلمانوں کی جان و مال کے درپے ہیں۔ اور چھٹکارے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ملتِ اسلامی منظم، متحد، یک جہت اور یک سو ہو کر عالم اسلام کی ترقی، فوقیت، توقیر اور مرتب کے لیے "اسلامی بینک" کا قیام عمل میں لائے۔ اس بینک کا ایک ہیڈ آفس متفقہ طور پر ایک مخصوص مقام پر ہو اور پورے اسلامی ممالک میں اس کی

شاخیں موجود ہوں جہاں سود سے پاک بزنس ہو اور جملہ معاملات اسلامی شریعت، خدا اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں روبہ عمل ہوں۔ اس طرح ملتِ اسلامیہ کو بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ اسلامک بینکاری کا فروغ ہو گا، سود کی لعنت سے جان چھوٹے گی، مسلمانوں کا سرمایہ صرف مسلمانوں کے پاس ہی رہے گا۔ اس سرمایہ سے مسلمان متمتع اور فیض یاب ہو سکیں گے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی اجارہ داری سے نجات ملے گی اور سب سے بڑھ کر خدا اور رسول ﷺ کی رضاو خوشنودی حاصل ہو گی۔

باہمی مشاورت سے منافع کی صورت میں حاصل ہونے والی رقوم کا مخصوص حصہ "کفالتِ عامہ" کی مد میں پہلے سے قائم "اسلامی تنظیم" کو فلاحی و کفالتی امور کے لیے کر دیا جائے یوں حاجت مندوں، غرباء و مساکین کی حاجت بر آری بھی ممکن ہو گی جس سے لازماً گداگری جیسے قبیح فعل کی بیخ کنی میں استعانت میسر ہو گی۔

خلاصہ

"گداگری" اس وقت پاکستان کا ایک بہت بڑھتا ہوا مسئلہ ہے۔ جس پر قابو پانا حکومت کے بنیادی اہداف میں سے ایک ہے۔ اس کے لیے کئے جانے والے حکومتی اقدامات میں سر فہرست وہ قوانین ہیں جو اس مد میں وضع کئے جاتے ہیں۔ حال ہی میں 6 جون 2020 کو سینٹ میں ایک بل پیش کیا گیا۔ اس بل میں انسداد گداگری پر بہت زور دیا گیا تاکہ معاشرے کو اس قابل مذمت فعل سے پاک کیا جاسکے۔ یہ بل اسلام آباد، دارالخلافہ میں بھیک پر پابندی سے متعلق قانون وضع کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کا نام "اسلام آباد امتناع بھیک ایکٹ 2020" ہے۔ اور یہ فی الفور نافذ العمل ہوا۔ اس بل کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔ ایکٹ ہذا اسلام آباد متناع بھیک ایکٹ 2020 سے موسوم ہو گا۔ اس کا اطلاق اسلام آباد دارالخلافہ تک ہو گا۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

"بھیک" سے مراد: عوامی مقامات میں خیرات مانگنا؛ آیا کسی اس تاثر میں ہو یا نہ ہو کہ مقدر کے بارے میں پیش گوئی کرے، کوئی کرتب دکھائے، اشاروں پر کھڑی گاڑیوں کے انتظار کے وقت شیشوں کو کسی چیز کے فروخت کرنے یا اکثر طور پر کھٹکھٹانے یا گاڑیوں کے شیشوں کو خیرات مانگنے کی غرض سے زبردستی بعض اوقات دھولے۔ اسلام آباد میں سڑکوں اور اسکوئرز کے گردونواح میں فقیروں کی بڑھتی تعداد دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ چند ایک مقامات ایسے ہیں جیسا کہ شاہراہ دستور یا مارگلہ روڈ جہاں فقیر نظر نہیں آتے۔ باقی شہر بھر میں فقیروں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ شام کے اوقات میں کچھ مزدوری کرنے والے لوگ بھی بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور زیادہ تر باہر سکون کا وقت گزارنا یا کہیں بیٹھنا ایک عذاب بن جاتا ہے اور اس سے شہر کو دیکھنے کے لیے سیاحوں کے ذہن میں بھی بہت بُرا تاثر جنم لیتا ہے۔ یہاں گھومنے کے لیے آنے والے لوگ اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اسلام آباد جو کہ دارالحکومت ہے۔ یہاں بھی اس طرح سے فقیر نظر آنا نہایت بُرا لگتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس پر قابو پائے۔ اگرچہ وزارت داخلہ نئے اینٹی بیگنگ اسکواڈز قائم کیے ہیں لیکن پھر بھی اس سماجی بُرائی کی روک تھام کے لیے قانون کے تحت سخت انضباطی طریقہ کار اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں تقریباً تین طرح کے فقیر ہیں۔ پیشہ ور فقیر جن کی بڑی تعداد دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ رونے دھونے کے ذریعے مذہب اور انسانیت کے نام پر بھیک مانگتے ہیں اور تلاوت یا نعت سنا کر ہماری توجہ اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہ باقاعدہ تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اور صحت مند ہونے کے باوجود بیماری کا بہانہ کرتے ہیں۔ کچھ اور ایسے ہوتے ہیں جن کی ٹانگیں یا بازو ٹوٹے ہوئے ہیں یہ کہیں پڑے یا بیٹھے ہوتے ہیں جن کو کوئی دوسرا صحت مند شخص چلا رہا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ زمین یا فٹ پاتھ پر رینگ کر چل رہے ہوتے ہیں جن کو روزمرہ میں بازاروں، مرکزیا یوٹرنز وغیرہ پر دیکھا جا سکتا

ہے۔ بل ہذا کا مقصد قانون کے تابع رہتے ہوئے تمام تر صورتوں میں اس کا خاتمہ لانا ہے اور کوئی ایسا طریقہ کار وضع کرنا ہے جس کے ذریعے ضرورت مند افراد کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ اس حوالے سے حکومتی طریقہ کار نوعیت کے حساب سے ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مافیا کی صورت میں بھکاریوں کو گرفتار کر کے ان کو سزائیں دینی چاہییں۔ باقی مجبوری میں نکلنے والے افراد کے لیے ایسی حکمت عملیاں ہوں جن سے ان کے مسائل کا تدارک ہو اور وہ معاشی طور پر مستحکم ہو سکیں۔ تسلیم شدہ گھروں، دارالامان یا مشقت کے مراکز کی صورت میں تسلیم شدہ اداروں کے قیام کا مقصد اس بل کے ذریعے وضع کیا گیا ہے تاکہ مجبوری کے طور پر بھیک مانگنے والے افراد کی طبی، سماجی اور ملازمتی ضروریات کا ازالہ ہو۔ ان افراد کو کافی خطرات لاحق ہیں۔ تسلیم شدہ ادارہ جات ان کے ملازمتی ضروریات کا زراعت، صنعت اور دیگر شعبوں کے ذریعے ازالے کے ساتھ ساتھ تعلیم اور طبی سہولیات فراہم کریں گے۔ بل ہذا کو مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے ترتیب دیا گیا ہے اور

گداگری کی روک تھام کے لیے قابل قدر اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے مگر یہ امر بھی ضروری ہے کہ اس قانون کو قرآن و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے تاکہ اس کے حقیقی فوائد و ثمرات حاصل ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت وقت کو چاہیئے کہ وہ اس قانون پر عمل درآمد کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرے اور اس طرح معاشرے سے گداگری کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

نظامِ کفالت کی کامیابی اور عملی نفاذ کے لیے مکمل خلوص، دلجمعی نیک نیتی اور وسائل کا صحیح استعمال بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ریاست کے شہریوں کی "جائیداد کے گوشوارے" مرتب کیے جائیں جس میں تمام جائیداد، اموال ظاہرہ اور باطنہ کی مکمل تفصیل موجود ہو یہ گوشوارے اسی نوع کے ہوں گے جیسے موجودہ حکومتیں اپنے سرکاری ملازمین یا دیگر صاحب حیثیت افراد سے انکم ٹیکس وصولی کے لیے تیار کرتی ہیں۔ مسلمانوں کے ضمیر و وجدان کی آزمائش کے لیے ان گوشواروں کے ساتھ حلف نامہ داخل کرائے گا کہ دوسری حالت میں اگر وہ کوئی جائیداد خفیہ رکھے یا چھپائے تو مذکورہ جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جائے اور اسے بیت المال میں اسلامی حکومت جمع کرا دے۔ اسی طرح مذکورہ اشخاص کے لیے تعزیری قوانین بھی بنائے جائیں گے تاکہ نظام کفالت کو کامیابی سے ہم کنار کیا جا سکے۔

"جائیداد کے گوشواروں" کے مرتب ہو جانے کے بعد درج ذیل اقدامات نظام کفالت عامہ کے لیے از بس ضروری ہیں:

1. مستحقین کی فہرستوں کی تیاری
2. مستحقین کی درجہ بندی
3. کفالتِ عامہ فنڈ
4. کفالتی اداروں کا قیام

(الف) تربیت اطفال مراکز (ب) مرد وخواتین کے تربیتی مراکز (ج) طبّی سہولتیں:

(د) مہمان خانے (ر) وظائف اور امداد کے مراکز:

گداگری جیسے فعلِ مذموم سے احتراز کے لیے جب تک سائنٹیفک بنیادوں پر صدق دل، تندہی، خلوص اور پوری کاوش سے عملی اقدامات نہ کیے جائیں تو اس فعل قبیح سے نہ صرف نجات ناممکن ہے بلکہ اس معاملہ میں کامیابی حاصل کرنا بھی از حد مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

01. گداگروں کی تعداد کا (حقیقی) تعین

02. گداگروں کی درجہ بندی

03. گداگروں کی بحالی کے لیے کارگاہوں کا قیام

04. حکومت

05. پرائیویٹ سیکٹر

06. معذور اور حقیقی ضرورت مندوں (گداگروں) کی کفالت

07. معذور اور اپاہج گداگروں کے لیے

08. دارالشفقت کا قیام

09. اپاہج گھروں کا قیام

10. تربیتی مراکز کا قیام

11. مالی اعانت کی سکیموں کا اجراء

12. فلاحی اداروں کا قیام

13. گداگری سے بچاؤ کے لیے مواد کی تیاری

14. ابلاغ عامہ کے ذریعہ گداگری کی مذمت

- مساجد
- اخبارات
- ٹیلی ویژن
- ریڈیو
- رسائل وجرائد

- بینرز اور چاکنگ

15. اسلامی تنظیم کا قیام

16. اسلامی بینک کا قیام

نتائج

اس مقالہ کی روشنی میں درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

گداگری کے پھیلاؤ کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں مہنگائی، غربت، ناخواندگی، موروثی پیشہ، حکومت کی ناقص پالیسیاں اور ریاست کی اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی قابل ذکر ہے۔

ان اسباب اور وجوہ کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات میں نفسیاتی، معاشرتی اور معاشی اثرات بہت اہم ہیں۔ افراد میں محنت کرنے کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ ان کی صلاحیتیں موقوف ہو جاتی ہیں۔ گداگر نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کے برے اثرات عائلی زندگی پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ معاشرہ برائیوں اور جرائم کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ اور گداگر ملکی معیشت پر بھی بوجھ کی مانند ہوتے ہیں۔

سفارشات

انسداد گداگری کے حصول کے لئے درج ذیل سفارشات کی جاتی ہیں۔

- حکومت وقت کو اپنی سرپرستی میں ضلعی سطح پر ایسے اداروں کا قیام یقینی بنانا چاہیے جن میں حقیقی ضرورت مند افراد کی تعداد کا تعین اور ان کی رجسٹریشن کا عمل یقینی بنایا جاسکے۔ تاکہ مستحق افراد کی بہبود کا عمل ہو سکے۔
- حکومت وقت کے ساتھ ساتھ پرائیوٹ سیکٹر کے مخیّر افراد کو بھی اپنے صدقات و عطیات اور امداد ان ہی اداروں کے حوالے کرنے چاہیں تاکہ مستحقین کی فلاح کا کام منظم انداز میں ممکن ہو سکے۔
- مروجہ قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ پیشہ ور گداگروں کے خلاف مکمل قانونی کاروائی کو بھی یقینی بنایا جائے۔
- ابلاغ عامہ کو انسداد گداگری مہم کے لئے استعمال کیا جائے۔

فہارس مقالہ

- فہرست آیات کریمہ
- فہرست احادیث مبارکہ
- فہرست شخصیات
- فہرست اماکن وبلاد
- فہرست اصطلاحات
- فہرست مصادر ومراجع

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	سورۃ/آیات نمبر	صفحہ نمبر
.1	يَاَيُّهَاالنَّاس كُلُوا مِمَّا فِى الاَرضِ حَلٰلاً طَيِّباً ...	البقرة:2/168	53
.2	مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ...	البقرة:2/161	62
.3	لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ...	البقرة:2/273	38
.4	وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ ...	النساء:4/36	114
.5	وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلاَلاً طَيِّباً ...	المائدة:5/88	43
.6	وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا ...	التوبة:9/34	63
.7	وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ...	ابراہیم:14/7	39
.8	فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ الله حَلٰلاً طَيِّباً وَاشكُرُوا نِعمَتَ...	النحل:16/114	54
.9	وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ...	النور:24/33	61
.10	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ...	فاطر:35/14	21
.11	قل هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُون ...	الزمر:39/29	30
.12	وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ...	الذاریات:51/19	61
.13	وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ...	النجم:53/39	27
.14	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا ...	الجمعہ:62/10	77
.15	وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ...	التغابن:64/13	44
.16	وَلا يَحُضُ عَلَىٰ طَعَام المسكين، فليس له اليوم ...	الحاقة:69/14	63
.17	وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ...	المعارج:70/24	61
.18	وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ...	المزمّل:73/20	62
.19	وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ...	الدهر:76/8	68

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتب احادیث	صفحہ نمبر
1.	اطلبوا العلمَ من المَهْد الى اللّحد	صحیح بخاری	30
2.	إنَّ أطيَبَ ما أكل الرَّجُل من كسبِه	ابن ماجہ	43
3.	الصدقةُ على المسكينِ صدقةٌ وعلى ذي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صدقةٌ وصِلَةٌ	سنن نسائی	64
4.	إنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قيلَ وقالَ، وإضَاعَةَ المَالِ، وكَثْرَةَ السُّؤَالِ	صحیح بخاری	78
5.	أن الله يحب الحيي الكريم الحليم العفيف المتعفف ويبغض الفاحش . . .	سنن ترمذی	55
6.	أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين وأشار بأصبعيه يعني السبابة . . .	سنن نسائی	79
7.	الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله	سنن نسائی	65
8.	أن رجلا من الأنصار أتى النبي صلى الله عليه وسلم يسأله فقال . . .	ابی داوٗد	56
9.	أَقِمْ يَا قَبِيصَةُ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ " قَالَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ . . .	صحیح مسلم	20
10.	فقالت زينبُ امرأةُ عبدِ اللهِ : أيجزيني منَ الصَّدقةِ أن أتصدَّقَ على . . .	ابن ماجہ	56
11.	لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا . . .	صحیح بخاری	43
12.	أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ	صحیح بخاری	77
13.	ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم فقال أصحابه وأنت فقال نعم كنت . . .	صحیح بخاری	78
14.	مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ	ابن ماجہ	54
15.	ما يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ، حتَّى يَأْتِيَ يَومَ القِيَامَةِ ليسَ في وجْهِهِ . . .	صحیح بخاری	19
16.	مَنْ تَكَفَّلَ لِي أن لا يسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بالجَنَّة ؟ . . .	ابی داوٗد	39
17.	من كان معه فضل ظهر فليَعُدْ به على من لا ظهر له . . .	صحیح مسلم	58
18.	والذي نفسي بيدِه ، لأن يأخذَ أحدُكم حبلَه فيحتطبَ على ظهرِه خيرٌ . . .	صحیح بخاری	79
19.	يا ابن آدم إنك أنْ تبذلَ الفضل خير لك، وأنْ تمسكه شر لك . . .	صحیح مسلم	65

فہرست شخصیات

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
1.	ابن بطوطہ	46،51
2.	ابو سعید غرار	45
3.	ابو محمد ابن حزم ظاہری	67
4.	ابو نجیب سہر وردی	45
5.	اسدی طوسی	7
6.	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	69
7.	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	69
8.	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	69
9.	امام طبری رحمۃ اللہ علیہ	18
10.	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	70
11.	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	65
12.	حضرت اسماعیل علیہ السلام	78
13.	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	64
14.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	56
15.	حضرت ایوب علیہ السلام	45
16.	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ	79

17.	حضرت حکیم بن حزام	79
18.	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	70
19.	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	80
20.	حضرت داؤد علیہ السلام	77
21.	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	43
22.	حضرت زکریا علیہ السلام	78
23.	حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ	64
24.	حضرت علی رضی اللہ عنہ	66
25.	حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ	67
26.	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	109
27.	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	5
28.	حضرت موسیٰ علیہ السلام	5
29.	حضرت وظیف بن عطاء	73،108
30.	حفیظ الرحمان سیوہاروی	66
31.	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	17،76،77
32.	سینیٹر میاں محمد عتیق	103
33.	شہاب الدین سہروردی	45
34.	قبیصہ ابن محارق الھلالی	19
35.	گوتم بدھ	7

36.	وہیب نعمان بن راشد	19

فہرست اماکن وبلاد

صفحہ نمبر	اماکن وبلاد	نمبر شمار
6	سپین	1.
89،103	اسلام آباد	2.
46	افغانستان	3.
34،36	اقوام متحدہ	4.
67	اندلس	5.
45،46	ایران	6.
45	بغداد	7.
5	بیت المقدس	8.
15،28	پاکستان	9.
6	پرتگال	10.
7	تھائی لینڈ	11.
29	جدہ	12.
30	جنوبی ایشیاء	13.
28،55	سعودیہ	14.
40	کراچی	15.
6	کراکا	16.

17.	لاہور	32
18.	لندن	6
19.	مدینہ منورہ	110
20.	ویت نام	7
21.	یروشلم	5

فہرست اصطلاحات

نمبر شمار	اصطلاحات	صفحہ نمبر
.1	توکل	6،19،44
.2	حرام	9،17،20
.3	خیرات	4،10،45
.4	زکوۃ	23،37
.5	صدقہ	45،63،85
.6	غربت	31،32،41
.7	کسب حلال	42،43،48

فہرست مصادر و مراجع

قرآن مجید

عربی کتب

- الاب لویس معلوف الیسوعی، "المنجد"، المطبعۃ الکالولیکیۃ، بیروت
- ابن اثیر، الکامل، مطبع حلبی قاہرہ، 1303ھ
- ابن جوزی، سیرت عمر بن عبد العزیز، مطبوعہ المویئد، قاہرہ
- ابن حزم، ابو محمد ابن حزم ظاہری، المحلی، دار الافاق الجدیدہ، بیروت
- ابو شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مکتبہ الرشد، الریاض
- ابو عبید، کتاب الاموال، قاہرہ، 1353ھ
- ابو یوسف، کتاب الخراج، مطبوعہ سلفیہ، قاہرہ، 1346
- آداب المریدین، ابو نجیب ضیائ الدین سہر وردی، اشاعت این ایم ہر اوی، تہران، 1984ء
- بلاذری، فتوح البلدان، مطبع قاہرہ
- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، سعودیہ عربیۃ
- الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1982ء
- حقی، علامہ الشیخ اسماعیل البروسی، تفسیر روح البیان
- سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، دار احیاء التراث العربی
- سنن ابو داؤد، ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶
- شامی، محمد امین بن عابدین، رد المختار، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۹ھ
- صحیح مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج، قشیری، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۶ھ
- طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان
- کتاب البخلا، الجاحظ، ابو عثمان عمر بن بحر الکنانی البصیری، نیدر لینڈ انسٹیٹیوٹ آف آرکیالوجی، نیدر لینڈ، 1500ء
- کشف الاسرار وعدات الابرار، علی اصغر حکم، تہران، 1982ء
- الھیثمی، احمد بن الحسن، سنن، مکتبہ دار الاز، مکۃ المکرمہ، 1414ھ، 1994ء

- الھیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ء
- ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، سعید اینڈ کمپنی کراچی

اردو کتب

- اردو انسائیکلوپیڈیا، عبد الوحید، فیروز سینٹر لاہور
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بار اول دانش گاہ پنجاب لاہور
- اردو لغت، وصی اللہ کھوکھر، ناشر اردو لغت بورڈ کراچی
- اسلام میں غربت کا علاج، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، علی پبلی کیشنز، زبیدہ سینٹر 40 اردو بازار، لاہور
- اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مولوی محبوب عالم، ناشر: الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور
- بک آف دی وزڈم آف سلومون، الیگزنڈرین جیو نیشنل کونسل آف چرچزان امریکا، 26ق م
- بک دی پریذنٹ آف دی جیوز، لینی لوٹ ایڈیسن، ناشر: ولیم کروک لندن، 1677ء
- پاکستان میں گداگری کا بڑھتا ہوا طوفان، آفتا احمد، 2021/10/22
- تذکرۃ الاولیاء، فرید الدین عطار، اشاعت سوم، تہران، 1981ء
- حاجی پردل خٹک، پشتو اردو لغت، مرکزی اردو بورڈ لاہور، باراول: جون 1973ء
- دہلوی، شاہ ولی الہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (اردو ترجمہ: مولانا اشتیاق احمد) قدیمی کتب خانہ، کراچی 1959ء
- ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاضر کے مسائل سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالہ، شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد، مقالات سیرت 1995ء، 1416ھ
- رسول ﷺ اور خلفائے رسول ﷺ، پروفیسر محمد کرم رضا، قادری رجوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
- روزنامہ جنگ راولپنڈی، مقالہ: گداگر، وقار خان، تاریخ اشاعت 2015-02-12
- روزنامہ نوائے وقت، سنڈے میگزین، 20 اپریل 2003ء
- سکندریہ بک آف سراچ، شمعون بن سراچ، سالم کمیونیکیشن کارپوریشن، 2014ء
- سیوہاروی، مولانا حفیظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین، دہلی،
- عبد القیوم قریشی، مقالات سیرت: 2001ء
- غفاری، ڈاکٹر نور محمد، سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظامِ کفالت عامہ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، 1991ء

- القاموس الجدید، مولانا وحیدالزماں قاسمی، کیرانوی، ناشر، ادارہ اسلامیات پبلیشر لاھور
- کاکوروی، مولوی نورالحسن، نوراللغات، جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی
- کیمائے سعادت، مولانا فخر الدین احمد صدیقی، کتب خانہ شان اسلام راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور
- کیمبرج ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری، کولن میکنٹوش، کیمبرج یونیورسٹی پریس، اشاعت چہارم، اپریل 2013ء
- گداگری، ام عبد منیب، مشربہ علم و حکمت، ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور۔ تاریخ اشاعت صفر 1431ھ
- گداگری اور اسلام، ضیاءالدین زعفران، 21 مئی 2019
- محمد یاسمین صدیقی، نوائے وقت، 3 ستمبر، 2020ء
- مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، قدیمی کتب خانہ کراچی
- مولوی فیروزالدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور،
- نبی ﷺ کی معاشی شندی، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، عتیق پبلشنگ ہاؤس اردو بازار، لاہور
- ہفت زبانی لغت، مرتبین: اشفاق احمد، محمد اکرم چغتائی، فضل قادر فضلی، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، باراول 1947ء

English Books:

- A year amongst the Persians, E.G. Browne, Third edition, London, 1959
- China,s Tibet magazine, Degyi, The Journal office of China,s Tibet,2007
- dawatislami.net/islamicportal/ur/farzuloom/tawakkull
- Dr Mehbub-Ul-Haq, “Human Development in South Asia-1997
- Research Report, No.40, published by SPDC (social policy and development center)
- Tha media Islamic understanding, The Banu sason in Arabic society and literature, Clifford Edmund Bosworth, E.J Brill publishers, Leiden,1976
- The Byzantines, Guglielmo Cavallo University of Chicago,1997.
- (www.biblesstudytools.com/lexicons/gree/nas)

Western civilization: since 1500, Jackson J.S pielvogel, wads world publishers, Princeton, 7th Edition, January 2008